دیوان مضطر
سید محمد علی مضطر

دیباچہ مصنف

حضرات خواجہ میر درد علیہ الرحمہ۔ جو شہر دہلی مین۔ ایک مشہور بزرگ گزرے ہین وہ مضطر کے نانا تھے۔ اور میر امداد علی صاحب تحصیلدار سابق ریاست کوٹہ۔ کا یہہ مضطر بیٹا۔ اور مولوی محمد سید علی صاحب سب اوورسیر لنیڈی کوتل ضلع پشاور کا بھائی جناب حکیم مولوی سید محمد ناصر نذیر صاحب متخلص بہ فراق۔ مشہور آفاق کا بھانجہ اور اون کا ایک ادنیٰ شاگرد ہے۔

ان بزرگوارون سے ہند کا کوئی ایسا خطّہ اور شخص نہین ہے۔ جو واقف نہو۔ یہہ خاندان باعتبار۔ علم وفضل۔ تقدس وشان ہرجگہ اظہر من الشمس ہے۔ ان بزرگو کی

اولاد - اور نام لیوا ایک یہہ مضطر بھی ہے۔

مگر جب وہ اپنی حالت پر غور کرتا ہے - اور دیکہتا ہے - تو در و دیوار پر یہی لکھا ہوا پاتا ہے - اور کانون مین بھی یہی آواز آتی ہے - کہ بیشک تیرے نانا - دادا - باپ - بہائی - ایسے ہی تہے اور ہین - جن کا نام - جن کی عظمت تا بہ قیام قیامت باقی رہے گی - اور اسی طرح لوگ اون کو برابر مانتے رہین گے - مگر اس سے تجھ بکبخت کو کیا - اگر وہ تھے اور ہین - تو وہ ہون گے - کچھ گذر گئے - زمانہ ہو گیا - کچھ ہین - اگر تجھ مین کچھ زور بل ہوتا ہے - دم درود ہے - تو آ - میدان کے میدان خالی ہین - ہر قسم کے پہلوان - اپنا اپنا پرا جمائے - اپنی اپنی ٹکڑی کے ساتھ بیٹھے ہین - خم ٹھونک - نکل - دست بغل ہو - نہین تو - بازار مین آ - کچھ وہین سوداگر جوہر د کہا - کیونکہ جوہری - اپنی اپنی دوکان مین - کسوٹیان لئے بیٹھے ہین - وہ کہرا کہوٹا - پرکہین گے کسین گے - تائین گے - اگر سکے ہین - تو رائج الوقت - اور بادشاہ وقت کے چلن کے ہین - کہ نہین - سرکاری ہی ٹکسال کے مشکوک شدہ ہین نہ - قلب تو نہین ۹ اگر کسی علم و فن مین مہارت کلی - تامہ - غیر تامہ - رکھتا ہے - تو اوس کے لئے بہی مکتبون مین - اپنے اپنے حلقہ درس مین سیکڑون بزرگوار بیٹھے ہین - شاگردو زانوے شاگردی تہ کئے - گردن جہکائے - مؤدب ہین

ان مین پیش ہو۔

ہائے یہہ مضطر۔ کیا پیش کرے۔ نہ تو میدان کے قابل۔ نہ بازار کے لئے جوہر۔ سکہ!!! آلہی کرے تو کیا کرے۔ جس چیز کی مانگ ہے چاہت ہے۔ عالم مین بیوپار ہے۔ بازار گرما گرم ہین۔ یہان سرے سے اون چیزون کا نام ہی نہیں حیف! پھر کیا کرون۔ گھبراتا ہون۔ گریبان مین منہ ڈالتا ہون۔ گاہے بغلین جہانکتا ہون۔ غرضکہ۔ ایسی بگڑی ہے کہ بنائے نہین بنتی۔ کرون تو کیا کرون۔ اودہر پہلوان خم ٹہونک اکہاڑے ہین۔ اودہر جوہری ٹکسالی۔ بازار مین۔ حلقۂ درس کے مقدس بزرگوار کتب مین۔ سب اپنی اپنی طرف بلا رہے ہین۔ دور سے تک رہے ہین۔ گاہے گاہے۔ اشارے۔ کنائے۔ بہی ہو جاتے ہین۔ نظرین ہین کہ میری ہی طرف لگی ہوئی ہین۔ کہ یہہ اودہر آئے؟ مضطر زیادہ اوہ بہی ہر جگہ کے لئے۔ نااہل۔ ششدر۔ متحیر۔ جائے تو کدہر جائے۔ اور کیا منہ لیکر جائے۔

کمزور۔ کم مایہ۔ کم علم۔ جدہر جائے رخ کرے۔ اپنے منہ کی کہائے۔ بزرگون کے نام پر بٹہ لگائے۔ اون کی مقدس روحون کو آزردہ کرے۔ خاندانی رہا سہا بہرم کہوئے۔ آخر اپنا سا منہ لئے ہوئے۔ چہپتا چہپاتا۔ آنکہہ بچاتا اودہر سے

تو چلدیا۔ اللہ نے جان بچالی۔ عزت آبرو رکھ لی۔ اس حالت مین بھی اوس کا شکریہ ادا کیا۔ اور ایک دوسرے طرف کا رخ کیا۔ لمبے لمبے قدم اُٹھائے جہان بزم شعرا ئے گرم تھی۔ وہان پہونچا۔ اچھا مجمع پایا۔ لوگون نے نہین معلوم کس خیال اور کس بنیاد پر۔ مضطر کی عزت کی۔ اونچی جگہ بٹہایا۔ مشاعرہ تو پہلے ہی سے شروع تہا۔ باری باری سے لوگ غزلخوانیان کر رہے تھے۔ مضطر کی نوبت پر۔ شمع کافوری آئی!۔

مضطر اس کوچہ سے بہی بالکل نابلد تہا۔ کبہی کبہی۔ گاہے گاہے اتفاق بہی ہوا تو ایسا کہ گویا کچھ بہی نہ تہا۔ آخر گہبرایا۔ جسم سارا سرد۔ چہرہ زرد۔ تصویر کہوئیت کہو۔ جو کہو۔ وہ بنگیا۔ حس وحرکت باطل۔ خون خشک!

خیر گذری۔ کہ مجمع نے جانا۔ مبتدی ہے۔ پہلے پہل مشاعرے مین آیا ہے۔ کبہی غزل پڑہی نہین۔ شرم غالب ہے۔ اسکو جرأت دلاؤ۔ دل بڑہاؤ۔ چنانچہ اپنی اپنی محبت۔ اور شفقت۔ سے ہمت دلائی۔ دل بڑہایا۔ دوست احباب نے بہی ہان مین ہان ملائی۔ سہارہ لیا۔ بدن مین حرارت دوڑی۔ عرق آنے لگا۔ جس نے کیوڑے کا کام کیا۔ کسیقدر ہوش وحواس درست ہوئے چہرہ کا پسینہ پونچہ۔ دوزانو ہو۔ مودب بیٹھ۔ جیب سے کاغذ نکال۔ جو کچھ۔

جیسا تھا۔ وہ سنانا شروع کیا۔ کیا خوب ہ؟

پہر کیسے۔ پہر فرماسے کی آوازین آنے لگین۔ جیسا جیسا مذاق تہا۔ جو جیسا رنگا ہوا تہا۔ اوس نے ویسے ہی مضامین۔ اور جذبات پسند کئے۔ پیٹ بہر کے داد دی۔

بعض احباب نے اصرار کیا کہ۔ اے مضطر ہم تمکو ایسا نہ جانتے تہے کہ تم ایسا کہتے ہو۔ اور خوب کہتے ہو۔ تم نے اسوقت تک جو کچھ لکھا ہے کہا ہے رطب دیابس جمع ہے۔ اوسکو طبع کرا دو تاکہ دوسرے سخن فہم۔ سخن سنج کو مجیب سیر ہو دور دراز کے رہنے والون۔ اور احباب کو تحفہ۔ پوٹ کا پوٹ باندہے باندہے۔ لادے لادے پہرنے سے فائدہ کیا ہ۔

مضطر اس کٹھن۔ اور دشوار گذار منزل۔ کا بہی مسافر نہ نکلا۔ کیونکہ نہ اس لائق کلام اور نہ اس قدر سرمایہ۔ ادہر اودہر کی باتون مین ٹالتا ٹوٹتا رہا۔ مگر بے تکلف دوست ہوتے ہین غضب کے۔ نہ مانے۔ ضد کی۔ اور بغیر حامی بہروائے وعدہ لیے پیچہا نہ چھوڑا۔ مجبور کیا۔ مجبور ہوا۔ کچھ نہ کچھ سیتیا کر کے مطبع کے حوالے کرنا پڑا۔

مضطر خود سمجہتا ہے کہ جسطرح نثر مین عاری ہے۔ اوسی طرح نظم مین بھی

عجز ہے۔ صرف احباب کے دل بڑہانے۔ اور اصرار کرنے سے اور۔ نیز۔ عالیجناب۔
مولانا سیدنا۔ صوفی۔ صافی۔ حاجی۔ شاہ۔ محمد عبدالرحیم صاحب۔ مختار۔ ریاست
پالونچہ۔

وعالیجناب۔ معلی القاب۔ مولانا۔ مولوی۔ حاجی۔ محمد خواجہ ابراہیم صاحب
برادر صاحب ممدوح۔ نے۔ زبان۔ فیض ترجمان۔ سے۔ ارشاد فرمایا۔

کہ اس دیوان فیض عنوان یعنی درتاج سخن کو طبع کرانے مین ہم بخوبی سعی
وکوشش فرماینگے۔

چونکہ صاحبان موصوف۔ نے قدردانی فرماکر امداد فرمانے کا وعدہ ہی
نہین فرمایا بلکہ فوراً ہی

جناب منشی عبدالحمید صاحب مطبع شمسی بازار شیدی عنبر حیدرآباد دکن کو اپنی
عنایت بے نہایت سے طلب فرماکر رقم طبع کرانے کے واسطے مرحمت فرمادی
ناچار جو اسوقت تک۔ اُلٹا۔ سیدہا۔ کہا ہوا جمع تہا۔ وہ اس عالم مسافرت
اور بے نوائی۔ کا تحفہ۔ حقیر ہدیہ۔ سمجھ کر پیش کرتا ہے۔ ع

گر قبول افتد زہے عز و شرف برگ سبز است تحفہ درویش

سمجھ کر قبول کیا جائے۔ تو باعث عزت اور حوصلہ افزائی ہے۔

انسان غلطی۔ بہول۔ چوک سے خالی نہیں ہے۔ پس اوس سے معافی دیجائے کہ یہی طریقہ ارباب علم و ہنر ہے ا

وَمَا عَلَیْنَا اِلَّا الْبَلَاغ

حررہ

عاجز ازلی سید محمد علی المتخلص مضطر حال وارد حیدرآباد دکن

متصل فیلخانہ محلہ توپخانہ

مورخہ ۲۷ شوال ۱۳۲۶ھ

ردیف الف

وحدت سے بنکے کثرت چمکا ہے نور تیرا
حیران بنا رہا ہے سب کو ظہور تیرا

ایمن کا ذرّہ ذرّہ خورشید معرفت ہے
دیکھا ہے جب سے جلوہ بالائے طور تیرا

ہے قوت ذکر تیرا جن و بشر ملک کا
جیتے ہین نام لیکر وحش و طیور تیرا

میری رگ گلو سے ہر چند تو ہے نزدیک
ہے شاق مجکو رہنا اتنا بھی دور تیرا

خوبانِ ہر دو عالم کیونکر نہ سرنگون ہون
جھکوا رہا ہے گردن سب سے غرور تیرا

وصل و فراق کیسا جب دل مین تو بسا ہے
حاصل ہے مجھکو ہر دم قرب و حضور تیرا

برقِ جمال سے کیون موسیٰ کو غش نہ آتا
شامل جلال بھی تھا اوسمین ضرور تیرا

پھاڑین لباس اپنا گل کی طرح مقرر
جلوہ جو دیکھ پائین غلمان و حور تیرا

مضطر جمال اوسکا ہر سمت جلوہ گر ہے
آنکھین کھلین نہ تیری یہہ ہے قصور تیرا

نعت سرور کائنات

رتبہ ہے وہ جنابِ رسول کریم کا
کفش حضور تاج ہے عرش عظیم کا

دیکھا وہان جمال خداے کریم کا
پہنچے نہ مرغ وہم جہان پر کلیم کا

احمد مین اور احد مین سر مو نہین ہی فرق
یہہ ظاہری نگاہ مین پردہ ہے میم کا

سمجھون نہ کیون مین دید نبی کو خدا کی دید
ذات آپکی ظہور ہے نور قدیم کا

جسکو نصیب صحبتِ سلطان دین ہوئی
پایا ہے اوس نے قرب خداے کریم کا

برتاؤ کیا ہی کافر و دیندار سے کیا
شاہد خدا ہے آپکی خلق عظیم کا

پہنچا ضرور منزلِ مقصود تک وہی
پیرو ہوا جو دل سے رسول کریم کا

رکھے جو صدق دل سے محبت حضور کی
مالک وہی ہے قصر بہشت و نعیم کا

مضطر جو دین مین شہ والا کے آگیا
اوسکو ملا شارع رہ مستقیم کا

مدحِ غوث پاک

مداح ہون مین حضرتِ پیران پیر کا
میرا سخن عدو کو ہے پیکان تیر کا

عاشق بنایا ہمکو شہِ دستگیر کا
احسان لاکھ لاکھ ہے ربِّ قدیر کا

وہ کیون نہ سیرِ عالمِ بالا کیا کرے
جو ہو مرید آپ سے روشن ضمیر کا

جیسے رسول ہین مجھے ویسے ہی آپ ہین
دونون ہین ایک۔ فرق ہی شاہ و وزیر کا

اپنی نظیر آپ ہین دونون جہان مین
کوئی نہین نظیر شہِ بے نظیر کا

لب جس سے بند ہوتی ہین ملتا ہو ذائقہ
شیرین وہ نام پاک ہے پیران پیر کا

قائل رسول کا بہی نہوگا وہ روسیاہ
منکر سدا رہا ہے جو پیر و فقیر کا

یہ انتظار ہے شہِ والا طلب کرین
مین منتظر نہین ہون کسی راہگیر کا

شاہ و گدا کے ایک مراتب ہین عشق مین
طرّہ کچھ اِس جگہ نہین چلتا امیر کا

یا غوث تیرے در کے گدا سے ہو ہمسری
یہہ حوصلہ کہان کسی شاہ و وزیر کا

ادنیٰ ہو یا ہو اعلی البشر جسکو دیکہئے
سو جان سے ہے فریفتہ پیران پیر کا

مضطر غریب ہی ہے تو سمجھو نہ تم حقیر
پوتا ہے وہ غریب جنابِ امیر کا

مدح محبوب العاشقین

شہ مشتاقِ احمد کیون نہ ہو سلطان طریقت کا
کہ جان و دل سے عاشق ہی شہنشاہ شریعت کا

نہین ہے جسم اطہر نور ہے انوار وحدت کا
کہان ہے روئے انور آئینہ ہے حق کی رویت کا

ترا نام مبارک جو زبان پر ورد رکہتا ہے
وہ کب محتاج ہے تعویذ کا نقش و نعزیمت کا

سراپا جسکا ہو کشاف حسن لمیزل یکسر
نہ سمجہون کس طرح مین اوسکو پتلا نور وحدت کا

تجہے شبیر و شبر کے خصائل حق نے بخشے ہین
نمونہ تو ہے بیشک مرتضی کی شان و شوکت کا

جنید وقت شبلے زمان کہنے تو شایان ہے
کہ خالق نے کیا حاکم تجہے ملک ولایت کا

تری ذات مقدس وہ ہی جسکو فرطِ الفت سے
شہنشاہِ رسالت نے دیا خلعت ولایت کا

عجب جلوہ نظر آیا ہے مجہکو تیری صورت مین
بیان مین کر نہین سکتا مقید ہون شریعت کا

مٹایا کفر کی ظلمت کو یکسر نور ایمان سے
رخِ تابان ترا خورشید ہے برج ہدایت کا

تجہے دیکہا توجہ سے دل اوسکا کردیا روشن
نظر تیری نہین مصقل ہے زنگار کدورت کا

ہوا اکدم مین ظاہر جو زبان سے تو نے فرمایا
دلِ صافی ترا محرم ہے اسرارِ مشیت کا

ملائک اپنی آنکہو نمین لگاتے ہین محبت سے
تری خاکِ قدم سرمہ ہے ارباب بصیرت کا

توکل پر گذر ہے جاہ و حشمت سے تنفر ہے
پسندِ خاطرِ عالی ہے اک گوشہ قناعت کا

خدا شاہد ہے موسیٰ کی طرح غش آگیا مجہکو
تری صورت مین دیکہا جبکہ جلوہ نور وحدت کا

تو شیخ وقت ہے تیری اطاعت لیس عبادت ہے
ثمر جنت کا دیتا ہے شجر تیری محبت کا

طلب تیری ملاتی ہے خدا سے شک نہین اسمین
کہ ہے عشقِ مجازی نردبان بامِ حقیقت کا

محبت تیری ہے لاریب کنجی باغِ جنت کی
عداوت تیری ہے باعث جہنم کی عقوبت کا

اگرچہ شامتِ اعمال نے گہر سے کیا بے گہر
مگر یہ فخر کیا کم ہے کہ ہم جلسہ ہون حضرت کا

تمنا ہے حضوری مین رہون آٹہون پہر حاضر
بجا لاؤن مین جان و دل سی عہدہ تیری خدمت کا

مجھمت جس کے دل مین کچھ بھی ہے مشتاق احمد کی
وہ بیشک مستحق مضطر ہے احمد کی شفاعت کا

مرا دل ہے جلوخانہ میان مشتاق احمد کا
ہوا ہون جب سے دیوانہ میان مشتاق احمد کا

اٹہو رندو چلو جلدی مئی عرفان بہی پی دیکھو
کہلا ہے آج میخانہ میان مشتاق احمد کا

وہی شمع ہدایت ہین وہی نجم کرامت ہین
نہ کیون عالم ہو پروانہ میان مشتاق احمد کا

جہان حور و ملک جن و بشر رہتی ہین خدمت کو
وہ ہے دربار شاہانہ میان مشتاق احمد کا

تعشق غائبانہ ہوگیا ہے اوسکو حضرت سے
سنا ہے جس نے افسانہ میان مشتاق احمد کا

کوئی جنت کا طالب ہے کوئی حور و نکا سائل ہے
ہمارا دل ہے دیوانہ میان مشتاق احمد کا

جسے دیکھو یہان ڈوبا ہوا ہے عشقِ مولا مین
یہ دیوانہ وہ مستانہ میان مشتاق احمد کا

رہا کرتا ہون بیخود ہوش کچھ مجھکو نہین مضطر

پیا ہے جب سے پیمانہ بیان مشتاق احمد کا

فیض و کرم ہر ایک پہ محبوبِ عاشقین کا
ہے صورتِ پیمبر محبوبِ عاشقین کا

وہ کیون ڈرے کسی سے وہ کیون دبے کسی سے
ہو ہاتھ جسکے سر پر محبوبِ عاشقین کا

اکثر کہان کہان سے عالم نے فیض پایا
شہرہ جہان مین سنکر محبوبِ عاشقین کا

الیاس و خضر کو بھی جو راستہ بتائے
واقف ہے ایسا رہبر محبوبِ عاشقین کا

ذاتِ خدا مین ملکر قطرہ ہوا ہے دریا
ہو مجھسے وصف کیونکر محبوبِ عاشقین کا

وہ کیون کسی کو اپنا حاجت روا بنائے
لطف و کرم ہو جسپر محبوبِ عاشقین کا

ہے ذاتِ کبریا کا آئینہ منعکس سا
وہ چہرۂ منور محبوبِ عاشقین کا

مشتاق احمد اونکا عالم مین نام مشہور
اس سے خطاب ٹھہرا محبوبِ عاشقین کا

بینا وہی ہین آنکھین دنیا مین آج جن کو
دیدار ہے میسر محبوبِ عاشقین کا

مشرق سے تا بمغرب ڈھونڈا جہان مین ہمنے
پایا نہ کوئی ہمسر محبوبِ عاشقین کا

قربت نہ کیون ہو اوسکو اور کیون نہو حضوری
مضطر کے وہ ہین مضطر محبوبِ عاشقین کا

تیرے کوچہ مین بھی ہمنے ستمگر دیکھا
کوئی بیجان کوئی بسمل کوئی مضطر دیکھا

جبکہ اوس ماہ کا ہمنے رخِ انور دیکھا
کیا کہین تجھسے کہ کیا کیا دل مضطر دیکھا

گالیان ہی مجھے دین تونے ہزارون اسیر
جب کبھی تیری طرف اے مہ انور دیکھا

آج مقتل مین ہر اک غیر کے چھکے چھوٹے
جب گلے پر مرے چلتے ہوئے خنجر دیکھا

دیکھو وہ خون رولائیگا مجھے برسون تک
جانب غیر جو تم نے کبھی ہنسکر دیکھا

وہ جو تُربت پہ مری آئے تو حسرت نے کہا
خاک دیکھا جو کسی نے تمہین مرکر دیکھا

ہم سُنا کرتے تھے تجھکو کہ تو اہل دل ہے
دل کے بدلے ترے سینہ مین تو پتھر دیکھا

سمجھے کرتے ہین وہ تاکید کہ پچتائے گا
میری جانب جو کبھی آنکھ اٹھا کر دیکھا

اس گدا کو تو نہ دیکھوگے سوا اس در کے
مانگتے اور فقیرون ہی کو در در دیکھا

بدگمان کو یہ گمان گذرا کہ جیتا ہے ابھی
اس لئے ہاتھ مری نبض پہ رکھکر دیکھا

خود ہی کھینچے لئے جاتا ہے کسی کوچہ مین
شوق سے بڑھ کے نہ ہمنے کوئی رہبر دیکھا

قتل کرکے بھی نہ قاتل کو مرے رحم آیا
یون روانہ ہوا پیچھے بھی نہ مڑکر دیکھا

دید کے بعد ہے اس بات کی حیرت مجھکو
کونسی آنکھون سے دیکھا اوسے کیونکر دیکھا

ہوگئے سیکڑون وارفتہ ہزارون بیہوش
ناز سے اوس نے جدھر آنکھ اٹھا کر دیکھا

پامین پازیب بہی ہی غضب تہی ظالم
اوسپہ دو چار قدم ناز سے چلکر دیکھا

کوئی کیا اوس بت بے مہر سے رکھے امید
دوست دشمن کو سدا جس نے برابر دیکھا

ہم نہ کہتے تھے کہ ہے عشق سے مرنا بہتر
غیر سے تم نے بہی تو دلکو لگا کر دیکھا

سہے سیاحت مین بہی ہرجا مجہے مسند تکیہ | حاسد وتمنے مرا بخت سکندر دیکہا

اس زمانہ مین تو ایمان کی یہ ہے مضطر
اپنے اوستاد سا ہم نے نہ سخنور دیکہا

مسجد و دیر و کلیسا مین ہے جلوا تیرا | ہر جگہ نور ہے عالم مین ہویدا تیرا
دل ترا جان تری عاشق شیدا تیرا | سب کا سب تیرا ہے پہر کسلئے میرا تیرا
وہین مشتاق گرا صورت موسیٰ تیرا | آنکہون کے سامنے جب آگیا جلوا تیرا
بات کرنی تو بڑی بات ہے اوروں سے اوسے | آنکہہ اوٹہا کر بہی نہ دیکہے کبہی شیدا تیرا
چلدیے دونون ندامت کے سبب دنیا سے | نہ کہچا مانی و بہزاد سے نقشہ تیرا
سات پردون مین بہی تو ہو تو تجہے دیکہینگے | ہم نظر بازون سے بیکار ہے پردا تیرا
چشم مجنون ہے تو اور ملائے آنکہین | منہ نہ بن جائے کہین نرگس شہلا تیرا
تیرے سایہ مین بہی ہے طور کے شعلہ کی جہلک | ڈہلگیا نور کے سانچے مین سراپا تیرا
دل وہ بیکار ہے جسمین نہین الفت تیری | سر وہ بیکار ہے جسمین نہین سودا تیرا
پہر ٹو باقی رہے شاید ہی کوئی دنیا مین | قتل عشاق سے جب کہیل تماشا تیرا
اپنے سجدہ کی جگہ اوسکو بنالین عاشق | دیکہہ پائین جو کہین نقش کف پا تیرا
کہین آنیکا رہا ہون نہ کہین جانے کا | جب سے پابند ہون اے زلف چلیپا تیرا

زاہد و شیخ و برہمن بھی ہین تیرے معشوق | وہ بنایا ہے خدا نے رخِ زیبا تیرا

دیکھے دل اوسکو کبھی ذکر نہ کرنا مضطر
ہین وہ او چھے جو کیا کرتے ہین میرا تیرا

یہ مدت سے دل مبتلا ہے کسی کا
کسی کا ہوس اور کسی کا ہو تو نو

یہ کمبخت عشق اک بلا ہے کسی کا
دمِ نزع یہ مدعا ہے کسی کا

نگاہون کی شوخی یہ خود کہہ رہی ہے
جو لکھا تھا تقدیر مین پیش آیا

ابھی آپ نے دل لیا ہے کسی کا
زبان پر مری کب گلا ہے کسی کا

اُبھارے ہوئے سینہ پھرتا ہے بیباک
کبابون کے جلنے کی بو آرہی ہے

یہ انداز بیشک نیا ہے کسی کا
مگر ہجر مین دل جلا ہے کسی کا

جو وہ ترک کرتا ہے ملت تو کر دے
مری قبر پر وہ یہ حسرت سے بولے

وہ کیا اے عزیز و خدا ہے کسی کا
فقط اب نشان یہ رہا ہے کسی کا

اسے لطف کہتے ہین اے حضرتِ دل
یہ ظلم و ستم سب بجا ہے کسی کا

بتا دو نہ مضطر طبیعت ہے کس پر
یہہ راز آجتک کیا چھپا ہے کسی کا

قتل کرنے کو مجھے جب وہ ستمگر آیا | اوسکا انداز بھی کھینچے ہوئے خنجر آیا

یاد نے اوس کی زمانے کو بھلایا مجھ سے
لیکن اس بات کا اوس بت کو نہ باور آیا

دیکھکر مجھکو وہ محفل مین عدو سے بولے
اسکو غیرت نہین پھر آج مرے گھر آیا

سر قلم کرکے مین خود نذر کرونگا اپنا
کھینچکر آج وہ شمشیر جو باہر آیا

پھیرے قاصد سے غضبناک وہ ہوکر بولے
کیا ترا کام تہا تو کس لئے یان پر آیا

نام تک بھی ترا ہوے سے نہ لونگا ظالم
کبھی قابو مین جو میرا دل مضطر آیا

شکر ہے آج مرے دلکی بر آئی امید
بے بلائے مرے گھر آپ وہ دلبر آیا

مین تصدق ترے اے موہنی صورت والے
سچ تو کہہ کس لئے تو آج مکدر آیا

آرزو نکلیگی ہو جائیگا دیدار اوسکا
گر وہ تقدیر سے مضطر سر محشر آیا

ضعف سے عاشق ترا کل اسقدر ناچار تہا
سانس کا لینا ترے سر کی قسم دشوار تہا

کیا نزاکت ہے کہ اوس سے ہی لچکتی تہی کمر
جوہی کے پھولونکا جو اوسکے گلے مین ہار تہا

ہاے کس نازو ادا سے شکوہ وہ کہنے لگے
ہمنے پورا کردیا جو آپ سے اقرار تہا

سچ بتا نامہ بر نے جو کہ کل لا کر دیا
خط کسی کا تہا میجان یا کہ وہ اخبار تہا

دو ہی دن مین وہ بھی چکھ لینگے جو ہمین رنج ہے
وہ ہی اونکو ہو گیا ہے جو مجھے آزار تہا

قطعہ

ایک بوسہ کی طلب پر اب ہین سو سو گالیان
کیا ہی برتاؤ مجہسے پہلے ہی اے یار تہا

وہ زمانہ بہی تو اپنا یاد کر لیجے ذرا
ہونٹ کرتے ہی مرے آگے گلِ رخسار تہا

اب ہنرمندونکو بہی عنقا ہے کیبا روزگار
اک زمانہ مین ہر اک بیکار ہی باکار تہا

اب وہی سو گالیان آکر سناتے ہین مجہے
بات کرنے مین جنہین مجہسے کبہی انکار تہا

شہر دہلی ہوگیا ویرانے سے بہی اب سوا
عہد مین شاہ جہان کے کسقدر گلزار تہا

قطعہ

دوست دشمن تہے نہ تہے لیکن ہمارا باوفا
غم غلط کرنے کو ظالم یہ دلِ بیمار تھا۔

کیا خدا جانے پڑہایا آتے ہی تو نے سبق
یہہ بہی تیرا ہوگیا جو ایک اپنا یار تہا

جسکے نالون نے تمہین شب بہر نہ کل سونے دیا
وہ تمہارا مبتلا مضطر پسِ دیوار تہا

ہمارے آپکے باہم وفا کا عہد و پیمان تہا
کہا مینے جو اوس بت سے وہ خود اسپر پشیمان تہا

رسائی غیر ممکن تہی گئے واپس چلے آئے
جو دیکہا بزمِ جانا مین ہر اک اوسکا نگہبان تہا

نہ پہونچا در پہ اوس بت کے جو قربان نقد جان کرتا
مرے دلمین یہ مدت سے خدایا ایک ارمان تہا

تمنائے شہادت بہی مری تمنے نہ کی پوری
یہی اک دلکی حسرت تہی یہی اک دلکا ارمان تہا

ہزارون غنچہ رو آ آ کے لب جاتے تہے اِس دلمین

ہمارا دل بھی اے مضطر کبھی رشک گلستان تھا

کس لئے پردہ نشین غیر سے پروا نہ کیا
پاس کچھ عزت و حرمت کا بھی اصلا نہ کیا

اور کس کس کا بھلا آپنے کہنا نہ کیا
سارے عالم کا کیا ایک ہمارا نہ کیا

خود خدا کہتا ہے پھر میری حقیقت کیا ہے
تیری مانند کوئی دوسرا پیدا نہ کیا

اپنے پیارے کا ہے پیارا یہ سمجھکر اوس پر
اقربا نے بھی مرے خونکا دعوی نہ کیا

میرے کہنے سے کیا قتل کہ اوسکے - مجھکو
میرا چاہا کیا یہہ - تیرا کا چاہا نہ کیا

ایسی کیون وعدہ خلافی پہ کمر باندہی ہے
وعدہ کرکے جو کبھی آپنے پورا نہ کیا

ایک بیمار محبت پہ ستم کے حق مین
تم نے کیا کیا نہ کیا غیر نے کیا کیا نہ کیا

کشتۂ ناز کو ٹھکرا کے یون ہی چھوڑ دیا -
کیسے پھر آپ مسیحا ہین جو زندہ نہ کیا

سن کے شاید نہ دہل جائے کہین دل اونکا
اسلئے ہجر مین ہمنے کبھی نالا نہ کیا

چھوڑ کر ہمکو جو اغیار کے بن بیٹھے ہو -
دیکھو پچھتاوگے یہ تمنے کچھ اچھا نہ کیا

نخل الفت کا ثمر تھا مرا رسوا کرتا -
مین تو خود کہتا ہون یہ آپنے بیجا نہ کیا

اتنی سی بات پہ راندا گیا شیطان لعین
خاک کو حضرت آدم کی جو سجدہ نہ کیا

وہ اور اس فعل سے باز آتے بھلا اے مضطر
اپنی رسوائی تہی اسواسطے رسوا نہ کیا

جب سے ہے عشق مجھے اوس بت ہرجائی کا
پاس عزت ہے نہ کچھ خوف ہے رسوائی کا

آنکھین پہر قدمون کے نیچے نہ بچہائی کیونکر
آپ پر پیار ہے جب آپکے شیدائی کا

تمغہ عشق سمجھتا ہون مین بدنامی کو
کوئی سمجھا کرے ٹیکا اُسے رسوائی کا

کبہی مجھسے کبہی تم سے کبہی اون سے جو ملے
کون پیچھا کرے ایسے بت ہرجائی کا

آپ تو کیا ہین جو پتھر ہو تو پانی بنجائے
حال کہدون اگر اپنی شب تنہائی کا

ایک مردہ کو بہی زندہ تو نہ کرتے دیکہا
کس لئے بہرتے ہین دم پہر وہ مسیحائی کا

وصل کی رات ہے اغیار سے خالی ہی مکان
بے حجابانہ ملو وقت ہے تنہائی کا

مجہکو ڈر ہے کہ تمناؤن کے ہمراہ کہین
میری جان خون نہ ہوجائے تمنائی کا

سر پہ ہے خاک پڑی پا مین ہین خار صحرا
اور ہے چاک گریبان ترے سودائی کا

وقت مردن ترا زانون مرا سر ہو پیارے
یہی مدت سے ہے ارمان ترے شیدائی کا

ہمنے مانا کہ حسین تسا نہین ہے لیکن
اپنے منہ سے تو نہ دعوی کرو یکتائی کا

جلوہ افروز سر بام اوسے دیکہہ کے کل
کیسا دلشاد تہا ہر ایک تماشائی کا

میری جان آپ کہرا کہوٹا پرکہلے انسان
مادہ گرچہ ہو انسان مین دانائی کا

غیر ہرگز بہی وہان سے نہ نکالا جاتا
اوسپہ یہ صبر پڑا میری شکیبائی کا

دو دو باتین کرے محفل مین ابہی مضطر سے

اگرچہ دعویٰ ہے بہت غیر کو گویائی کا

ترا بیمار الفت تجھسے اچھا ہو نہین سکتا
مسیحا اور کیا ہوگا جب اتنا ہو نہین سکتا

عدو کے دامِ مکاری مین وہ ایسے مقید ہین
ہمارے پاس بہی اب اونکا آنا ہو نہین سکتا

یہ وہ بیمار ہے تیرا اگر چرخِ چہارم سے
مسیحا بہی اُتر آئین تو اچھا ہو نہین سکتا

کیا تہا عمر بہر مین صرف اک بوسہ طلب جسنے
وہ اس پر بہی لگے کہنے کہ ایسا ہو نہین سکتا

بلا سے اوسکی کوئی حور ہو یا ہو پری کوئی
کسی پر بہہ ترا شیدا تو شیدا ہو نہین سکتا

اطبّا دیکھکر مجھکو یہ حسرت سے لگے کہنے
یہ بیمار محبت ہم سے اچھا ہو نہین سکتا

حسینانِ جہان سارے خریدار ہیکے خواہان ہین
ہمارے دل کا اس جہگڑے مین سودا ہو نہین سکتا

دمِ آخر طلب کرتا ہے یون وہ فتنہ گر مجھکو
یہ سوچا ہے کہ اب تو اوسکا آنا ہو نہین سکتا

ہمین چاہے زمانہ چھوڑ دے اس ضد مین اے مضطر
ہم اونکو چھوڑ دین ہم سے تو ایسا ہو نہین سکتا

سمجھ لین نہ کیون ہم اشارا تمہارا
ہوا ایک دل جب ہمارا تمہارا

جسے پیار کرتے تہے پیارا سمجھکر
پہرے دربدر اب وہ پیارا تمہارا

ملین جس سے جی چاہے وہ حضرتِ دل
بہلا ہمین کیا ہے اجارا تمہارا

فقط حسن اور عشق نے ملکے باہم
کیا راز افشا ہمارا تمہارا

فدا ہو کے مرجائے تمپر سے عاشق
اگر پائے کچھ بھی اشارا تمہارا

ہین سو جان سے اس سادہ لوحی پہ قربان
جو دشمن ہمارا وہ پیارا تمہارا

گرین راہ مین سیکڑون مثل موسی
لب بام گر ہو نظارا تمہارا

ہزار نہین کہدو نہین لاکہہ نہین کہدون
کہ بردہ ہون صاحب تمہارا تمہارا

کہین جایئن دنیا مین ہم ہین تمہارے
ہمین ہر جگہ ہے سہارا تمہارا

بڑے کس کا جگر ہے یہ کس کی نظر ہے
کرے کوئی آکر نظارا تمہارا

وہ کل آکے کہنے لگے مجھسے مضطر
مبارک ہو تم کو یہ پیارا تمہارا

کسکے خنجر کا مزہ آج مجھے یاد آیا
ٹکڑے ہو کر جو مزہ بیدل ناشاد آیا

بعد مدت مرے گہر مین وہ پری زاد آیا
جو مجھے بہول گیا تہا مین اوسے یاد آیا

شکر صد شکر دعائین مری مقبول ہوئین
اوسکی محفل سے عدو مضطر و ناشاد آیا

تہا اشارہ تری ابرو کا ستمگر کافی
کس لئے باندہ کے تو خنجر فولاد آیا

آہ وہ پہلی سی وحشت مجھے پہر ہونے لگی
آہ پہر بیٹھے بٹھائے مجھے وہ یاد آیا

اوٹھہ کہڑا ہوگا ہر اک دادرسی کو اپنی
گر دم حشر مین لیکر تری فریاد آیا

کل جو اصلاح لیا کرتا تہا مجھسے مضطر

آج وہ بن کے مرے سامنے اوستاد آیا

عطا مجکو ہوا روز ازل سے عشق جانانکا
یہ میرے ساتہہ جائے گا یہ ساتہی ہے مری جانکا

اوسے پہر عشق شاید ہوگیا زلفِ پریشان کا
ترے وحشی نے پہر رستہ لیا کوہ و بیابان کا

جلا کر خاک و خاکستر کیا دشت و بیابان کو
گرا آنسو زمین پہ جو ہماری چشم سوزان کا

یقین ہے اب کسی عنوان دونو تکو نہ چہوڑیگا
وہ کافر ہوگیا دشمن ہمارے دین و ایمان کا

لگاؤ تو بہلا دیکہین کہ تیر انداز کیسے ہو
جہان پیوستہ پیکان ہے تمہارا تیر مژگان کا

نہ مانی ایک میری اوس پری پیکر نے صد افسوس
ہین اوسکو واسطہ دیتا رہا تختِ سلیمان کا

وہ بدقسمت ہین جو جاتے ہین تنہا کنجِ مرقد مین
ہمارے ساتہہ تو جائیگا مجمع یاس و حرمان کا

نہ رکہا اوس بتِ کافر نے قایم ایک کا ایمان
یہودی کا نصارا کا برہمن کا مسلمان کا

مری میت پہ رونیکو نہ وہ عیار بیٹہا تہا
دکہانیکے لئے عالم کو اوس نے اپنا منہ ڈہانکا

وہ ڈوبا چاہ مین ایسا نہ نکلا آجتک ہرگز
ہوا تہا عشق جسکو آپکی چاہِ زنخدان کا

ہمارا یہ دلِ مشتاق کسکا عشق رکہتا ہے
اداکا نازکا اندازکا شوخئ جانان کا

خدا جانے مسیحا تمکو کیونکر لوگ کہتے ہین
نہ پوچہا حال تک آکر کبہی بیمارِ ہجران کا

خدا نے اسلئے پیدا کیا آدم سے حوّا کو
شریکِ حال رہنا چاہیئے انسانکو انسان کا

گئے ہین جان پر جب کہیل کر اپنی تو پہونچے ہین
نہ مانا ایک کا کہنا نہ دشمن کا نہ دربان کا

خرامِ ناز کی مشاقیان وزرات ہوتی ہین
پتہ ملتا نہین دنیا مین اب گورِ غریبان کا

گیا ہون عشق کے کوچہ مین جبدن سے من آتا صبح
کہلا رہتا ہے میرے سامنے اک بابِ عرفان کا

گلستان مین بہت رہتا ہے پیچ وتاب سنبل کو
مریجان دیکھکر یہ پیچ تیری زلفِ پیچان کا

تمہارا تو مرے پیچان پیچنے سے کام ہی یہ ہے
یہان پہونچے وہان پہونچے یہان تا کان وہا جہان کا

یہ کیا طرزِ سخن اوستاد کی **مضطر** اڑائی ہے
بہرا ہر ایک مصرعہ مین جو مضمون ایک دیوان کا

گر سینہ مین میرے دل مضطر بہی نہ ہوتا
مین آکے کہڑا آپ کے در پہ بہی نہ ہوتا

کافی تہی مرے قتل کو شمشیرِ ادا ہی۔
تہی موت ترے پاس جو خنجر بہی نہ ہوتا

اے جانِ جہان آج اگر آپ نہ آتے
تو زندہ یہان عاشقِ مضطر بہی نہ ہوتا

گر بوئے وفا نام کو بہی ہوتی تو پیارے
دل میری طرف سے ترا پتہر بہی نہ ہوتا

ہوتا نہ اگر اسمین ترے عشق کا سودا
واللہ مرے تن پہ مرا سر بہی نہ ہوتا

گر آپ قدم رنجہ نہ فرماتے تو واللہ
آباد یہ ویرانہ مرا گہر بہی نہ ہوتا

ہوتا کوئی مجہسا جو نہ مظلوم جہان مین
پہر تہا یہ یقین مجہکو کہ محشر بہی نہ ہوتا

گر آپکا یون حکم نہ ہوتا تو عدو آج
اسطرح سرِ راہ مرے سر بہی نہ ہوتا

عالم نہین فاضل نہین حب آپکا **مضطر**

شاعر بھی نہ ہوتا وہ سخنور ہی نہ ہوتا

بدل لے یہیں ناصح نامہ بر کا
لب شیریں سے کام چلتا ہے نشتر کا

دم آخر تو آکر لطف دیکھو۔
کسی کی حسرت آلودہ نظر کا

بہانہ تھا اُنہیں خون تمنا
بہانہ وصل میں تھا دردسر کا

سیہ نامہ مٹا رحمت سے اوسکی
گرا قطرہ جو اشک چشم تر کا

دل مضطر یہ بہت جان بھی لو۔
اُٹھاتے کون غم آٹھوں پہر کا

مدعا خاک نہ نکلا دل مضطر تیرا
نہ ہوا جان بھی لیکر وہ ستمگر تیرا

کبھی چلمن ہی سے دیکھوں رخ انور تیرا
پردے پردے میں ہو دیدار میسر تیرا

نہ سہی لطف ستم تو ہے ستمگر تیرا
یہہ بھی احسان ہے اک قسم کا ہمپر تیرا

بھول کر نام نہ لیتا وہ ستمگر تیرا
عشق کی وجہ سے مجبور ہے مضطر تیرا

مجکو ڈر ہے کوئی مظلوم نہ کہہ بیٹھے کچھ
کھل نہ جائے کہیں عقدہ محشر تیرا

جمع احباب بھی ہیں ابر بھی ہے اے ساقی
آج گردش ہی میں شب بھر رہے ساغر تیرا

مشغلہ ہے ترے وحشی کا یہی آٹھ پہر
تو تصور میں ہے اور نام ہے لب پر تیرا

آئی تسکین کو تصویر خیالی تیری
ہم نے جب نام لیا ہجر میں دلبر تیرا

اے شہ حسن ترے حسن کی کہاتا ہوں قسم — حسن والون مین نہین ہے کوئی ہمسر تیرا

مجکو اورون سے غرض کیا ہے تجہے واسطہ کیا — میری جانب سے تو دل ہوگیا پتہر تیرا

ایک دل ہے تو وہ ہر وقت ہی بیمار و حزین — دوسرا ہو جو مرے پاس تو دلبر تیرا

تیغ دشمن سے مرے سر کو اُتارا تونے — ظلم پر ظلم ہوا ہائے ستمگر تیرا

دیکھکر صاف مرے آئینہ رو کی صورت — آئینہ ہوگیا سکتہ مین سکندر تیرا

اے عدو عشق مین کیا ہو مجھے آرام نصیب — میری قسمت نہین جیسا ہے مقدر تیرا

جو پہنسا اس مین کسی طرح نہ نکلا تا زیست — پیچ وہ پیچ ہے اے زلف معنبر تیرا

ظلم کرنے کو محبت سے بلاتا ہے تو — دن پہرے میرے جو یہہ لطف ہی مجہپر تیرا

بعد مرنے کے یہی احباب کرینگے یہین دفن — یار مرکر بہی نہ چھوڑینگے کبہی در تیرا

قیس و لیلی کو تو اسوقت مین سب بہول گئے — تذکرہ میرا ہے یا ذکر ہے گہر گہر تیرا

ہاتھ دہوکے تو عبث پیچھے پڑا ہے ایدل — شرط بدتے ہین جو ہو جائے وہ دلبر تیرا

ہمسے انداز کسی شوخ کے یہہ کہتے ہین — لے گیا دل وہی محفل سے چُرا کر تیرا

دیکھے ہین تجہے ہم خانۂ دل مدت سے — رہے آباد کہ ویران یہہ ہے گہر تیرا

مدعی اور سر بزم کرے طعن کی بات — پایا جاتا ہے فتور اسمین سراسر تیرا

بل مقدر کا شب غم کا مری طول و رنگ — کچھہ ترے پاس نہین کاکل دلبر تیرا

ساقیا خیر تری اور ترے میخوارونکی
ہم فقیرون کو ملے جہوٹا ہی ساغر تیرا

تجکو کیا شاد رہے یا کوئی ناشاد رہے
تو نہ چوک اوس سے جو ہے کام ستمگر تیرا

بدگمان کان مین اک بات فقط کہنی ہے
بوسہ گر لیجئے تو ہے قرآن کی جا سر تیرا

داد دی آج سخنور شعرا نے تجھکو
جمگیا رنگ نہ جمنے پہ بہی **مضطر** تیرا

آرام مین ہے وصل کی شب یار کسی کا
سوتا ہے مگر طالع بیدار کسی کا

پہرتی ہے نظر مین نگہ مست کی شوخی
مدہوش کسی کا ہون نہ ہشیار کسی کا

بیچارے کو دشوار ہے بستر ہی سے اُٹھنا
دنیا سے بہی اُٹھیگا نہ بیمار کسی کا

تم چاہو تو آسان نہ چاہو تو ہے مشکل
ناخن مین ہے ہر عقدۂ دشوار کسی کا

اے مرگ شب غم ترا اللہ نگہبان
پہچان مین آتا نہین بیمار کسی کا

مضطر مری حیرت ہے تماشہ سر محفل
منہ دیکہہ رہا ہون دم گفتار کسی کا

مین بلا سے نکل نہین سکتا
یہہ مقدر بدل نہین سکتا

دل کا ارمان نکل نہین سکتا
مین ترے در سے ٹل نہین سکتا

نخل امید پہل نہین سکتا
ہائے بس اپنا چل نہین سکتا

جاؤن کسطرح اوس مسیحا تک
دو قدم بہی تو چل نہین سکتا

کہو یا جاتا ہون دیکھکر اوسکو
منہ سے شکوہ یہ نکل نہین سکتا۔

بزم جانان مین دلکو اے ہمدم
کیا سنبہالون سنبہل نہین سکتا

ایک کی ایک تاڑتا ہے نظر
وان اشارہ بہی چل نہین سکتا

آسمان اون کا وہ ہمارے ہین
رنگ الفت بدل نہین سکتا

کائیان ہے وہ شوخ اے مضطر
فقرہ کچھ اوسپہ چل نہین سکتا۔

غیر کو پاس سے دم بہر بہی تو ٹلنے نہ دیا
دل کا ارمان ستمگر نے نکلنے نہ دیا

اوسکی محفل مین پہنچنا تو پہنچتا کیونکر
دو قدم بہی تو مجھے ضعف نے چلنے نہ دیا

وہ بہی شیدا ہے مری طرح تمہارے رخکی
شمع کو بزم مین کسواسطے جلنے نہ دیا

حال کہلتا نہین کیون دیتے ہو تعزیر ہمین
منہ سے شکوہ بہی تو کچھ ہمنے نکلنے نہ دیا

گالیون مین تری واللہ جو پائی لذت
لطف یہ ہمکو کبہی قند و عسل نے نہ دیا

ہائے کیا اے فلک پیر مین تجھکو سوجی
نخل امید کبہی پہولنے پہلنے نہ دیا

کہہ کے لایا ہے اسیوقت جو تو اے مضطر
کچھ مزا آج ہمین تیری غزل نے نہ دیا

سامنے سے میرے اوسکا جب گذر ہونے لگا — عشق کے سودے سے مجھکو درد سر ہونے لگا

ہوگئی سب دور تاریکی اوجالا ہوگیا — جلوہ فرما جبکہ وہ رشک قمر ہونے لگا

اپنے وعدہ پر الہی کیا نہین آئین گے وہ — خود بخود کیون آج دل زیر و زبر ہونے لگا

زلف کا سودا تہا پہلے اب ہے مژگان کی خلش — درد سر جاتا رہا درد جگر ہونے لگا

ہاتھ جاتا ہے گریبان تک جو اوسکا بار بار — کیا مری وحشت کا کچھ اوسپر اثر ہونے لگا

چلدیا یہہ کہکے آدہی رات سے وہ رشک ماہ — صبح صادق ہوگئی رخصت قمر ہونے لگا

کل ہی تو مجمع مین توبہ آپنے کی اور آج — ظلم ناحق پھر دل بیتاب پر ہونے لگا

میکدہ مین شیخ صاحب کا ہر اک تہا منتظر — اونکے آتے ہی وہان پر شور و شر ہونے لگا

تیری امیدین بھی برآئینگی اب مضطر تمام
یار تیرا بیخبر تہا باخبر ہونے لگا

مشورہ آج یہہ ٹہیرا ہے جفاکارون کا — امتحان لیجیے کل اپنے وفادارونکا

وعدہ کرکے جو نہ آیا وہ بت رشک قمر — کام کرنے لگے سب بستر گل خارونکا

وہ جو تنہا ملے کل بوسہ پہ بوسہ مین نے — لب شیرین کا لیا اور کبھی رخسارون کا

وہ پریزاد اب آیا ہے عیادت کیلئے — خاتمہ ہو ہی چکا عشق کے بیمارون کا

ایک ہی گھونٹ مین سب چھوڑ کے تقوا زاہد — معتقد ہوگیا کیون آج تو میخارون کا

اپنی بیتی ہوئی کہتا ہون خدا شاہد ہے — کام کرنے لگے اب یار بھی عیّارون کا

کیون تصدق نہ ہون احمد پہ دل و جان مضطر
حشر کے روز وسیلہ ہے گنہگارون کا

میرے مرنے کا اونہین وہ غم رہا — مدتون تک اونکے گھر ماتم رہا

کیون نہین آتا الٰہی کیا ہوا — نامہ بر کمبخت جا کر جم رہا

اونکا آنچل بھی نہ دیکھا آج تک — دید کا مشتاق ہی عالم رہا

ہوگئے دو ٹوک جب بھی عمر بھر — رشتۂ الفت مرا قایم رہا

کیا بتاؤن حال ہمدم وصل کا — لطف جو کچھ رات بھر باہم رہا

یاد کر کے اب مجھے کہتے ہین وہ — میرا جوگی ہائے کس جا رم رہا

بیوفا کہنے سے مضطر اور بھی
وہ بت ناآشنا برہم رہا

ہمین کو سیکڑون دشنام بے خطا دینا — نہ جرم پر بھی کبھی غیر کو سزا دینا

گلِ کلام کو نزہت وہ اے خدا دینا — کہ بزم شعر مین رنگ سخن جما دینا

اسی کا نام وفا ہے بڑے وفا والے — عدو کو پاس بٹھانا ہمین اوٹھا دینا

شب فراق جو اپنے خیال کو بھیجو — اوسے بھی شوخی و انداز تم سکھا دینا

اگرچہ ملتا ہے ہم سے تو غیر سے نہ ملین
یہ صاف صاف اونہین ہم نشین سنا دینا

ستاؤ جتنا ستانا ہے بے خطر ہوکر
نہین ہے کام فقیرون کا بددعا دینا

جو اونکی ابروے پرخم کی ہیئے کی تعریف
عدو سے بولے کہ خنجر ہمین ذرا دینا

سوالِ بوسہ پہ سائل کو گالیان دینی۔
انکا لا ہبرے سخی نے ہے یہہ نیا دینا

تمام دوست ہی دشمن بہی داد دین مضطر
مشاعرہ مین وہ رنگِ سخن جما دینا

لطف یہہ حاصل ہوا ہے مجھکو اب بیداد کا
ہر کسی سے پوچھتا پہرتا ہون گھر جلاد کا

کیا پتا تم پوچھتے ہو خانمان برباد کا
ایک مدت سے ہے گھر ویران مجھ ناشاد کا

کیا سناؤن حال تمکو اِس دلِ ناشاد کا
مختصر یہہ ہے کہ دم باقی نہین فریاد کا

شاخ طوبیٰ کب مقابل تیرے قد کے ہوسکے
آگے تیرے حوصلہ کیا سرو کا شمشاد کا

تم رہو گھر مین عدو کے مین رہون تمسے جدا
خوب سیکہا ہے طریقہ دور کی بیداد کا

ہر گہڑی بیتاب ہو نمین ہر گہڑی بیچین ہون
مجھکو یہ ثمرہ ملا ہے یار تیری یاد کا

عشق کیون تو نے کیا پہر اے دلِ خانہ خراب
گر نہ تہا تجھکو تحمل یار کی بیداد کا

اب نہ خواہش مجھکو غلمانکی نہ جنت کی ہے ہین
جب سے ہین شیدا ہوا اک حور آدم زاد کا

دیکھہ لینا ایک دن چکر مین آجائیگا یہہ
میرے آگے حوصلہ کیا چرخ بے بنیاد کا

دم لبون پر ہے ہمارا اب بہی ظالم تو نہ چوک
حوصلہ باقی نہ رہجائے کہین بیداد کا

کیا قصیدہ کیا رباعی کیا مخمس کیا غزل
جو مجہے آتا ہے مضطر صدقہ ہے اوستاد کا

اور کیا کیا نظر نہین آتا
اپنا پیارا نظر نہین آتا

غیر کا ہو چکا وہ حضرتِ دل
اب وہ اپنا نظر نہین آتا

جب سے دیکہا ہے اوس پریوش کو
کوئی اچہّا نظر نہین آتا

عیش و عشرت کا اپنے پہلا سا
اب زمانہ نظر نہین آتا

گو وہ موجود ہے مرے دلمین
پہر بہی جلوہ نظر نہین آتا

پاؤن کو بہی چہوا تو وہ بولے
بے ادب کیا نظر نہین آتا

ہائے جاتا ہے روز غیر وہان
گذر اپنا نظر نہین آتا

جان دینے کو ہم تو بیٹہے ہین
لینے والا نظر نہین آتا

اوس نے وعدہ کیا ہے آنیکا
مجہکو آتا نظر نہین آتا

صرف سے جاکے کرنیوالونکو
نیک و بد کیا نظر نہین آتا

جو ہین بینا ادنہین وہ اے مضطر
کونسی جا نظر نہین آتا

جو مین نے وصل کا لکھکر اوسے سوال دیا
جواب مین مرے اوس بت نے ہنسکے ٹال دیا

وہ اک نگاہ مین اپنا غلام کرتے ہین
الٰہی تونے بتون مین یہہ کیا کمال دیا

سدا ہمارے ہی کہنے کو ٹال دیتے ہو
سوال غیر کا سنکر کبھی نہ ٹال دیا

عجیب چیز ہو واللہ ایک بوسہ کو
کہا جو ہمنے تو ہم صحبتون پہ ڈہال دیا

دغا سے چال سے پہلے تو لیلیا دل کو
پھر اوسکو باندہ کے زلفون مین تمنے ڈال دیا

لڑا کے آنکھہ مصیبت مین پہنس گئے افسوس
اس اچھی جان کو آفت مین ہمنے ڈال دیا

قسم ہے آپکے سرکی جواب کسی سے ملین
بتون نے حضرت مضطر بہت ملال دیا

کسی کے عشق مین دلکو تو اضطراب نہ تھا
ہزار درجہ ہم اچھے تھے جب شباب نہ تھا

اگر وہ پوچھتے کسنے کہا تھا دل دیجیے
تو اس کا پاس ہمارے کوئی جواب نہ تھا

ہمارے ساتھہ تو آ آکے کہیلتے تھے حسین
قلق تو یہ ہے کہ جب عالم شباب نہ تھا

وہان سے نامہ بہی آیا تو غیر مضمون کا
مرے سوال کا اوسمین کہین جواب نہ تھا

ہمارے واسطے شرم و حیا ہے دامنگیر
عدو کے ساتھہ تو کچھہ بہی تمہین حجاب نہ تھا

کبھی یہہ دلی تھی آباد باکمالون سے
جہان مین کسی اوستاد کا جواب نہ تھا

ہوا ہے وصل تو جب سے غضب مین ہون مضطر

فراق مین تو مجھے ایسا اضطراب نہ تہا

نقاب رخ سے نہ للہ تم اوٹہا لینا
زمانے بھر کو نہ مفتون کہین بنا لینا

گرا گرا ہین خدا کے لئے چلو جلدی
سنبہالنا مجھے اے ناز و ادا لینا

ترا خیال ہی باقی ہے ایک اپنے پاس
خدا کے واسطے اوسکو نہ تو بلا لینا

یہہ کہہ دیا تہاری روح نے مقدر سے
تمام چیزون مین ہے عشق کام کا لینا

یہہ گر نہ جائے کہین ہاتہ سے دل مضطر
سنبہال کر اسے اے جانِ من ذرا لینا

مجھہ پہ روشن ہے ہر اک حال خدا را تیرا
مجھکو معلوم ہے ہر ایک اشارہ تیرا

جاتا ہے تو بہی مجھے چہوڑ کے تنہا ظالم
مجھکو باقی تہا فقط ایک سہارا تیرا

پہر نظر مین نہ کوئی اوسکے سمایا تا زیست
ہو گیا ہے جسے دیدار دل آرا تیرا

تن بیجان مین جان آ گئی میرے فوراً
جب کہا لوگون نے وہ آ گیا پیارا تیرا

کسطرح چین اوسے آئے تری فرقت مین
رات دن کرتا تہا جو شخص نظارا تیرا

یان نہ دے داد ترے ظلم و ستم کی کوئی
ہوگا انصاف وہان خیر ہمارا تیرا

جاکے تو غیر کے گہر چین سے آرام کرے
کسطرح مجھکو ہو یہہ ظلم گوارا تیرا

جدا او تجھہ مین ہی یہ اوسمین کہان سے آئی
نقش گو لاکہ مصور نے اوتارا تیرا

دیکھے دل کیون نہ پڑین جانکے لالے مضطر
نہ رہا کوئی زمانے مین سہارا تیرا

عزیزون نے مرے چاہا جو اونسے خون بہا لینا
مری میت سے یہہ آئی صدا اب اونسے کیا لینا

تری یہ کمسنی اللہ رے اور یہہ تیرا دیدہ
ترا ہی کام ہے غیرونسے آنکھونکا لڑا لینا

مجھے انبواداکی تیغ سے تم قتل کرڈالو
صدائے قم باذنی کہکے پہر جاہے جلا لینا

مرے رونے پہ وہ سفاک یون ہنسکر لگا کہنے
تجھے یہ خوب آتا ہے فقط آنسو بہا لینا

مرے حالِ پریشان پر یہ کہتے ہین سب مضطر
ہماری رائے مین بہتر ہے اِس سے زہر کہا لینا

جو نہ یہہ بناؤ ہوتا جو نہ یہہ سنگار ہوتا
مرے مرغِ دل کا کیونکر مری جان شکار ہوتا

سرِ بزم اسطرح مین نہ ذلیل وخوار ہوتا
مرے کہنے مین جو میرا دلِ بیقرار ہوتا

نہ زمین دیچرخ ہوتے نہ یہہ روزگار ہوتا
مرے منہ سے گر برآمد کبھی اک شرار ہوتا

مرے ساتھ گر تعلق تجھے گلعذار ہوتا
مرا اعتبار کرتا مرا اعتبار ہوتا

تجھے قدر عاشقون کی مری جان خوب ہوتی
ترا نیشِ غم سے سینہ جو کبھی فگار ہوتا

مری داستان پر غم وہ ہی جاتگداز ہمدم
جو مین سنگ کو سُناتا تو وہ اشکبار ہوتا

غلطی ہوئی یہ ہم سے خط اُسے طویل لکھا
وہ ضرور اوسکو پڑہتا اگر اختصار ہوتا

مری گور پر نہ اُگتی کبھی نرگس اے ستمگر
جو نہ بادِ مرگ تیرا مجھے انتظار ہوتا

ترے رُخ پہ گر نہ مرتا ترا دم اگر نہ بھرتا
ترے سر پہ رات بھر یون نہ قمر نثار ہوتا

ہوئی خیر اسی مین اوسکی کسی رند سے نہ اُلجھا
نہین شیخ کا گریبان ابھی تار تار ہوتا

جو ہزار ہوتے بسمل تو ہزار ہوتے بیجان
ترے خنجرِ نظر کا اگر ایک وار ہوتا

ترے خوف نے ستایا کہ مین نا لب پہ لا یا
نہین وہ ہے میرا نالہ کہ فلک کے پار ہوتا

کبھی منتین نہ کرتا کسی بے وفا حسین کی
مرے دل پہ مجکو مضطرؔ اگر اختیار ہوتا

حور وش کوئی مہمان کیا تھا
رشکِ فردوس تھا مکان کیا تھا

میرے دلمین جو تھا نہان کیا تھا
تیر ارمان تھا اور میان کیا تھا

ہائے برعکس اوس کے وہ نکلا
میرا اوسکی طرف گمان کیا تھا

اک بہانہ تھا آزمایش کا
جان لینی تھی امتحان کیا تھا

بہتیری سی بہتیر تھی خدا کی پناہ
کل ترے گھر مین میر بیجان کیا تھا

کون کرتا تھا دل لگی تم سے
کس پہ بگڑے تھے مہربان کیا تھا

دوست ساری خدائی میری تھی
ایک وہ مجھ پہ مہربان کیا تھا

بات کہنی تھی کان مین کہدی
تیرا او بدگمان گمان کیا تھا

میرے پہلو سے تم جو اُٹھ بیٹھے
کیا یہ وعدہ یہی یہ میرے بجان کیا تہا

کچھ تو انصاف کیجیے دل میں
آپ کا عہد مہربان کیا تہا

پُشتنے کشتون کے تہے وہان مضطر
حشر تہا قتلِ عاشقان کیا تہا

ردیف بائے موحدہ

اب وہ کیون آئین اونکو کیا مطلب
لے چکے دل نکل گیا مطلب

تُندخوئی سے اونکی آج بہی حیف
کہتے کہتے ہین رہگیا مطلب

صاف اوس نے اوڑا دیا ہنسکر
جب کبہی اوس سے کچھ کہا مطلب

لکہا اوس شوخ نے جو خط مین آج
تہا قیامت کا چلبلا مطلب

میرے مرنے کو سنکے وہ بولا
میری جوتی سے مجہکو کیا مطلب

خط مرا پڑہکے چاک کر ڈالا
دیکہہ پائے نہ دوسرا مطلب

لکھ چکے لکہنے والے اے مضطر
کوئی کیا لکہتے اب نیا مطلب

حالِ دل تمسے کہے کہیے تو کیونکر بیتاب
ہر گہڑی کرتا ہے اوسکو رخِ انور بیتاب

دیکھ لیتا جو مرے آئینہ رو کی صورت
آن کی آن مین ہو جاتا سکندر بیتاب

آپ وعدہ پہ نہ آئے تو قیامت گذری
عاشقِ زار رہا آپ کا شب بھر بیتاب

ہم ترے ہجر مین تڑپا کرین بیچین رہین
اُلفتِ غیر مین تو ہو بُتِ خودسر بیتاب

چین آجائے اِسے یار اگر آجائے
آج فرقت مین بہت ہے دلِ مضطر بیتاب

بوسہ اِس رُخ کا تو لے لیتا مگر ڈرتا ہون
کر نہ دے مجھکو کہین زلفِ معنبر بیتاب

یا خدا آہ مین میری وہ اثر پیدا کر
جِس سے خود ہو کے چلا آئے وہ دلبر بیتاب

یاد کرکے وہ وفائین مری اب سُنتا ہون
پہرون رہتے ہین غمِ ہجر سے اکثر بیتاب

لکھی بیتابیِ دل خط مین تو دیکھا یہ اثر
گر پڑا راستے مین ہو کے کبوتر بیتاب

وصل مین اور غضب کرتی ہے اونکی یہ بات
کیا اِسی دن کے لئے آپ تھے مضطر بیتاب

ضعف سے اب یہ حال ہے صاحب
حس و حرکت محال ہے صاحب

دونو عالم سے کھو دیا اِس نے
عشق کیا اک وبال ہے صاحب

جبکا مدت سے مین ہون شیدائی
مہ جبین مہ جمال ہے صاحب

دل کے لینے مین اِن حسینون کو
کِس بلا کا کمال ہے صاحب

بے سبب تم خفا نہین مجھ سے
کچھ نہ کچھ تو ملال ہے صاحب

ہنر و علم بھی حقیقت مین دولتِ لازوال ہے صاحب

دل تو مضطر نے دے دیا تمکو
اوس سے اب کیا سوال ہے صاحب

ردیف بائے فارسی

صاف کہدیجے کب ملین گے آپ
کیا مین مرجاؤن جب ملین گے آپ

سینہ سینہ سے جب ملاؤ گے
دکھینا لب سے لب ملین گے آپ

مجھسے ہو بات چیت گالی سے
غیر سے باادب ملین گے آپ

نزع کے وقت کس لئے آئے
فائدہ کیا جو اب ملین گے آپ

مین جو ملتا ہون یون نہین ملتے
نہ ملون مین تو جب ملین گے آپ

لطف کیا آئے گا محبت کا
ہم سے جب پر غضب ملین گے آپ

غیر کا نامہ بر نہون مضطر
پھر تو وہ بے طلب ملین گے آپ

ردیف تائے فوقانی

بہولی بہولی وہ ہزارون مین ہے پیاری صورت
اپنے ہاتھون سے خدا تونے سنواری صورت

امتحان ساتہہ ہی لو آج ہمارا اوسکا
غیر مرتا ہے اگر تمپہ ہماری صورت

کیون ہے دعوی تمہین اس شکل پہ یکتائی کا
آئینہ دیکہہ لو اوس مین ہے تمہاری صورت

اس لیئے اونکو ہر اک پیار کیا کرتا ہے
کہ ہوا کرتی ہے محبوب کی پیاری صورت

دوست بہی اب ہمین پہچانتے ہین مشکل سے
ہوگئی عشق مین کچھ ایسی ہماری صورت

رُخ نکرتی کبہی یوسف کی طرف بہولسے
دیکہہ لیتی جو زلیخا یہہ تمہاری صورت

قیس و فرہاد کو دیکہون۔ جو یہ خواہش ہو اونہین
دیکہہ لین آکے۔ مری عشق کی ماری صورت

ایک تو حسنِ خدا داد تہا اللہ اللہ۔
اوسپہ غازے نے تری اور نکہاری صورت

کیا صبا تونے اوڑائی رُخ روشن سے نقاب
دیکہنے پائے نہ ہم یار کی ساری صورت

مرحلے عشق کے باقی ہین بہت ای **مضطر**
تم بنا بیٹہے ہو پہلے ہی سے ہاری صورت

آنا جو مرے پاس وہ دلبر شب فرقت
مین پہیرتا خنجر نہ گلے پر شب فرقت

رہتے ہوئے مدت ہوئی تجہکو مرے گہر مین
اب غیر کی مہمان ہو جا کر شب فرقت

عشاق دعائین تجہے یہ دیتے ہین دلسے
کہاتی پہرے تو ٹہوکرین در در شب فرقت

اللہ دکہائے نہ یہہ دشمن کو بہی ہرگز
عاشق کو تو ہے موت سے بدتر شب فرقت

کیا اور ٹہکانا نہین ملتا کہین تجہکو
دنیا مین ہے کیا ایک مرا گہر شبِ فرقت

وہ صبح کے ہوتے ہی بلا لیتے ہین مجہکو
مین بیٹہ کے پڑہتا ہون جو منتر شبِ فرقت

کیا روزِ قیامت سے ہی بڑہ جائیگی کمبخت
جو کاٹے نہین کٹتی ستمگر شبِ فرقت

خالِ رُخِ زیبا کے تصور مین سحر تک
گنتا رہا وحشی ترا اختر شبِ فرقت

رنج و محن و ظلم و ستم ہجر و الم کا
کہلتا ہے مرے سامنے دفتر شبِ فرقت

اوٹہہ جاتے ہین جو روٹہہ کے پہلو سے وہ ہر بار
ہے وصل کی شب مین ہی برابر شبِ فرقت

وہ آج شبِ وصل مین یون ناز سے بولے
کسطرح کٹی کل تری مضطر شبِ فرقت

ردیف تائے ہندی

غیر کی سُنکے خبر بولے بلا لو جہٹ پٹ
مجہکو دیکہا تو کہا اِسکو نکالو جہٹ پٹ

یاد ہے اونکا یہہ فرمانا کہ ہم جاتے ہین
ایک بار اور گلے سے تو لگا لو جہٹ پٹ

ہمدمو رحم مرے حال پہ لازم ہے تمہین
اوس سے ملنے کی کوئی شکل نکالو جہٹ پٹ

وقتِ رخصت جو کہا اون سے کہ جاتی ہو اگر
قتل کرتے مجہے جاؤ: تو کہا لو جہٹ پٹ

سائل بوسہ ہین۔ بوسہ ہو عطا جلدی سے
ہم فقیرون سے مریجان دعا لو جہٹ پٹ

وعدہ کے روز تم آؤ کہ نہ آؤ صاحب
جھوٹی قسمیں کوئی دو چار تو کہا لو جھٹ پٹ

گندمی رنگ پہ دشمن کی نہ ہو جائے نظر
دیکھو آتا ہے وہ چہرہ کو چھپا لو جھٹ پٹ

چاہئے دھیان تمہیں محرم و نامحرم کا
بیٹھتے اوٹھتے دوپٹہ تو سنبھالو جھٹ پٹ

اوٹھ گیا غیر خفا ہو کے اگر پہلو سے
تو بلا کر مجھے پہلو میں بٹھا لو جھٹ پٹ

شور ہے روز مرے قتل کے ہونگے کبتک
منتظر ہو نہیں کہیں مار ہی ڈالو جھٹ پٹ

روٹھکر جاتا ہے وہ شوخ اگر اے مضطر
تم تو روٹھے نہیں کچھ۔ اوٹھکے منالو جھٹ پٹ

میں ہوں جھوٹا یہ میرے دلبر جھوٹ
ختم دنیا میں ہے تمہیں پر جھوٹ

قتل ناحق کیا ہے اوسنے مجھے
ہیں جو الزام۔ ہیں سراسر جھوٹ

میں نے اغیار کو نکلوایا
باتیں اون سے لگا لگا کر جھوٹ

ظلم کر کرکے یاں مکر جاؤ
یہ چلے گا نہ روز محشر جھوٹ

ساتھ کوئی کسی کے مرتا ہے
سب غلط ہے یہ سب ہی مضطر جھوٹ

ردیف ثائے مثلثہ

جان دیتا نہین کوئی بہی کسی کے باعث
جو کیا کرتا ہے وہ اپنی خوشی کے باعث

وعدۂ وصل کسی نے جو کیا ہے مجھسے
تنگ ہے تن پہ قبا میری خوشی کے باعث

ساقیا دے مجھے اک جام مئے ناب شتاب
ہے زبان خشک مری تشنہ لبی کے باعث

ناصحا ورنہ مجھے خبط تو کچھ ہے ہی نہین
پیٹیا روتا ہون مین دلکی لگی کے باعث

ٹھیک گو اپنے گنا ہونکا نہین ہی مضطر
بخشے جائین گے مگر حبِ علی کے باعث

سچے عاشق کا بہی تو یار نہ ہوگیا باعث
باوفا سے بہی وفادار نہ ہوگیا باعث

دل ودین جس نے تصدق کیے اپنے تجھپر
حال سے اوسکے خبردار نہ ہوگیا باعث

محفلِ عام مین تیری فقط اغیار ہون جمع
یہہ ترا عاشقِ ناچار نہ ہوگیا باعث

ہائے افسوس صد افسوس محبت کا یہ ڈھنگ
دوست کا دوست بہی غمخوار نہ ہوگیا باعث

مئے کشی چھوڑ دین ہم کہنے سے تیرے واعظ
اپنے دل کا کوئی مختار نہ ہوگیا باعث

جبکہ مضطر نے تصور مین تجھے دیکھ لیا
پھر میسر ترا دیدار نہ ہوگیا باعث

ردیف جیم تازی

کچھ رنگ لائیگی یہہ شبِ انتظار آج
اچھا نکالا دل سے صبانے بخار آج

اوس گلبدن کے آنیکی گلشن مین دہوم ہے
جو شام ہی سے دل ہے مرا بیقرار آج

یارب وہ اپنے وعدہ پہ آئینگے یا نہین
برباد کردیا مرا مشتِ غبار آج

مرگِ عدو کا سوگ نہین ہے۔ تو پھر کہو
کچھ اور ہی فضا پہ ہے رنگِ بہار آج

خنجر بکف ہے قاتلِ خونخوار دیر سے
آنکھین دکہا رہی ہے شبِ انتظار آج

بیٹھے ہو کیون بنے ہوئے تم سوگوار آج
کس بے خطا پہ دیکھیے ہوتا ہے وار آج

مضطر یہہ کس کی یاد نے بے چین کردیا
جو کروٹین بدلتے ہو تم بار بار آج

رخ سے برقع ذرا اٹھائے آج
اپنا جلوہ مجھے دکہائے آج

وصل مین منہ کو پھیرنا کیسا
لب سے لب تو ذرا ملائے آج

بزمِ دشمن مین بیٹھکر صاحب
خوب خاکہ مرا اوڑائے آج

وصل کی شب وہ ناز سے بولے
نہ زیادہ گلے لگائے آج

یہ تقاضہ ہے دل کا اے مضطر
کسی صورت سے اونکو لائے آج

ردیف جیم فارسی

بے خطا مجھپر نہ تو شمشیر کہینچ
میری ثابت کرکے کچھ تقصیر کہینچ

روز جاتا ہے وہ بزمِ غیر مین
اسطرف بہی اوسکو اے تقدیر کہینچ

امتحان منظور ہے میرا اگر
کرکے بسم اللہ تو شمشیر کہینچ

جاکے قاصد اوس پری کے سامنے
میرے حالِ زار کی تصویر کہینچ

سرخرو ہونے کو مضطر پیشِ حق
لوحِ دل پر نقشۂ شبیر کہینچ۔

ردیف حاے حطّی

رونے سے ہم کو کام ہے دن رات بیطرح
گہر مین ہمارے رہتی ہے برسات بیطرح

یارب مجھے نجات دے اس مخمصہ سے تو
افکار کا ہجوم ہے دن رات بے طرح

زلفِ سیہ کی عارضِ تابان کی یاد مین
اوقات میری کٹتی ہے دن رات بیطرح

روزِ ازل سے حسرت و حرمان و رنج کی
آئی ہمارے حصہ مین سوغات بے طرح

ناحق کسی کو جو کوئی مضطر ستائیگا
پائے گا روزِ حشر مکافات بیطرح

ردیف خائے معجمہ

لاکہے سے تیرے ہونٹ جو ہین ماہ جبین سُرخ
یا قوت بہی اسطرح کا واللہ نہین سُرخ

رکہدون دل سوزان کو اگر خاک کے اوپر
ہوجائیگی اخگر کی طرح ساری زمین سُرخ

پیمانۂ یاقوت مین پی بادۂ احمر
پہنا ہے لباس آج اگر ماہ جبین سُرخ

کیا چہرۂ زیبا کی ہے تیرے جہلک اسپر
یا اصل مین چلمن ہے تری پردہ نشین سُرخ

اسکے لئے موزون ہے دل خون شدہ میرا
خاتم مین لگاتا ہے اگر تجہکو نگین سُرخ

کیا قتل کیا مضطر بیچارہ کو تونے
افشان ترے دامن پہ ہی غارتگر دین سُرخ

مجہسے بولا وہ ماہ رو گستاخ
سچ بتا کیا ہے جستجو گستاخ

صحبت بد کی باعث اے پیارے
مجہہ سے بہی ہوگیا ہے تو گستاخ

مانگا بوسہ تو بولے جہنجلا کر
ہم سے اور ایسی گفتگو گستاخ

غیر کی طرح اے دل نادان
اونکی خدمت مین ہو نہ تو گستاخ

جو کہ پہلے مرے سلامی تہے
اب وہ ہوتے ہین روبرو گستاخ

سب شرارت اونہین کی ہے مضطر
ورنہ ہوجاتے یون عدو گستاخ

ردیف دال مہملہ

کس پہ تو ہوگا مری جان خفا میرے بعد	کون اوٹھائے گا ترے جور و جفا میرے بعد
میرے دہوکے ہین نکالا گیا محفل سے رقیب	پڑ گئی غیر کے سر میری بلا میرے بعد
مجہہ گرفتار نے دی جان تو آیا اونہین رحم	کردئے سارے گنہگار رہا میرے بعد
یاد کرکے سبب مجہے رو یا کئے وہ برسون تک	میرے مرنیکا یہہ غم اونکو رہا میرے بعد
عشق ہین دونون جہانکا نہین رہناہی بشر	روگ دنیا مین نہ دینا یہ خدا میرے بعد
ساتہہ اغیار کے وہ پہول چڑہانے آئے	روح پر میری ستم اوس نے کیا میرے بعد
ظلم پر ظلم سہے منہ سے کبہی آہ نہ کی	سچ کہو کون کرے گا یہ وفا میرے بعد

دوستی کا یہ زمانہ ہے کہین اے مضطر
غیر سے کرتے ہین وہ میرا گلا میرے بعد

نعت سرور کائنات

ہین فخر آدم خدا کے پیارے مرے محمدؐ مرے محمدؐ
شفیع محشر ہین وہ ہمارے مرے محمدؐ مرے محمدؐ
بلا کے عرش علا پہ تم کو بتا کے حسن طلب کا مطلب
کئے خدا نے بہی خود نظارے مرے محمدؐ مرے محمدؐ

جب آئین محشر مین حق کے پیارے تمام خلقت ہوا گڑ پیچھے
مین ہو کے خوش خوش کرون اشارے مرے محمدؐ مرے محمدؐ

کہ شفاعت کی آج بانہ ہو خدا کہے گا بروز محشر
ہین منتظر سب بنی تمہارے مرے محمدؐ مرے محمدؐ

کچھ ایک مین ہی نہین ہون شیدا تمہاری خواہان ہے خلق ساری
دکھا دو چہرہ مجھے پیارے مرے محمدؐ مرے محمدؐ

تمہارا مفتون ہوا اس غضب مین نہ پہونچے یثرب نہ دیکھے روضہ
یہ عمر رو رو کے یون گزارے مرے محمدؐ مرے محمدؐ

نہین ہین گردش مین بلکہ تم پر نثار کرتے ہین جان و دل کو
فلک پہ شمس و قمر ستارے مرے محمدؐ مرے محمدؐ

عبث ہے دنیا مین فکرِ عقبیٰ عبث ہے روزِ جزا کا کھٹکا
کہ دونون عالم کے ہین سہارے مرے محمدؐ مرے محمدؐ

اندھیرے گھر مین جو جائے مضطر اوسے دکھانا رخِ منور
تڑپ کے مرقد مین جب پکارے مرے محمدؐ مرے محمدؐ

در شان محبوب العاشقین مدظلہ

اے نوری میان کے نورِ نظر یا سیدنا مشتاق احمد
قربان ہین تم پر شمس و قمر یا سیدنا مشتاق احمد

مشکل مین اسے جو کہتا ہے وہ امن مین غم سے رہتا ہے
یہ نام مین دیکھا تمہارا اثر یا سیدنا مشتاق احمد

سب اپنے پرایون نے چھوڑ دیا اور رشتہ الفت توڑ دیا
اسوقت کرم کی ہو مجھپہ نظر یا سیدنا مشتاق احمد

اے موہنی صورت والے پیا کرتے ہین تجھی پر جان فدا
سب حور و ملایک جن و بشر یا سیدنا مشتاق احمد

یہ گیسوئے شبگون کی ہی جھلک وہ چہرۂ روشن کی ہی چمک
دیتے ہین پتہ مجھے شام و سحر یا سیدنا مشتاق احمد

دوری سے آیا ہے ناک مین دم مین کہا لونگا دہر خدا کی قسم
تمہین لینی ہے لیلو جلد خبر یا سیدنا مشتاق احمد

مانع ہے شریعت پیر مرا کہد یتا نہین مین کیا سے کیا
دیکھا نہ سنا کہین تسا بشر یا سیدنا مشتاق احمد

دیتا ہے صدا ہر تارِ نفس اللہ ہے بس باقی ہے ہوس

مرے دلمیں ہوا ہے تمہارا جو گھر یا سیدنا مشتاق احمد

جس سے ہو تمہارا وصف بیان ہو جس سے تمہاری شان عیان
وہ لائے کہان سے زبان مضطر یا سیدنا مشتاق احمد

ردیف دال ہندی

اللہ اللہ نوجوانی پر گھمنڈ
تمکو ہے گر خنجر ابرو پہ ناز
بات بھی کرتے نہین سیدھی طرح
ناز ہے اپنی نزاکت پر تمہین

اوس پہ طرہ بد زبانی پر گھمنڈ
مجھکو ہے اس سخت جانی پر گھمنڈ
مہربان اتنا جوانی پہ گھمنڈ
اور مجھکو ناتوانی پہ گھمنڈ

دیکھ پچتائے گا تو مضطر نکر
چار دن کی زندگانی پر گھمنڈ

ردیف ذال معجمہ

غیر کو لکھا تھا جو تونے ستمگر کاغذ
بدمت کے ترا آج نصیبہ جاگا

دیکھ وہ پیش کرونگا سر محشر کاغذ
آگیا ماہ جبین کا دل مضطر کاغذ

اوس نے ملنے کے عوض قطع تعلق لکھا
بنگیا میرے لیے صورتِ خنجر کاغذ

لکھنے بیٹھا تھا شبِ ہجر کا قصہ جسپر
آنسوون ہی سے مرے ہوگیا وہ تر کاغذ

بگڑی بن جائے اگر روزِ جزا اے مضطر
پہلے دیکھین مرے عصیان کا پیمبر کاغذ

ردیف رائے مہملہ

وہ زلف کھولے آئے جو وحشت غبار پر
اندھیر چھا گیا مری شمع مزار پر

چمکائیے نہ برقِ نگہ غیر کی طرف
بجلی گرائیے نہ دلِ بے قرار پر

یاد اون کی بھولتی ہی نہین سوتے جاگتے
جادو سا کر گئے ہین دلِ بے قرار پر

اپنا شہیدِ ناز سمجھکر وہ نازنین
آیا ہے آج پھول چڑھانے مزار پر

ہنس ہنس کے میرے سامنے محفل مین غیر سے
چھڑکو نمک نہ زخمِ دلِ بے قرار پر

دامن جھٹک کے چلدیے روکا جو ہات کو
آیا نہ اونکو رحم مرے حالِ زار پر

لوٹیگا ایک دم زرِ گل - موسمِ خزان
ڈاکا پڑے گا دولتِ فصلِ بہار پر

سولی چڑھینگے قامتِ بالا کے شیفتہ
کوڑے پڑین گے عاشقِ گیسوے یار پر

غنچے چٹک چٹک کے تمہارے فراق مین
گھونسے مارتے ہین دلِ بیقرار پر

بوسہ لبون کا مانگ کے کہوئی ہے آبرو
بوچہار گالیون کی ہے مجہہ خاکسار پر

العنت تمہاری کہنچ کے لائی ہے میری جان
چہینٹا وہرین نہ آپ دلِ بیقرار پر

اوٹہا اودہر جو ہاتھ اودہر تن سے سرگرا
دل لوٹ پوٹ کیون نہ ہو قاتل کے وار پر

اللہ رے نارسائیے خونِ شہیدِ ناز
دہبہ لگا نہ دامنِ شمشیرِ یار پر

مضطر شہید چشم ہے اک مستِ ناز کا
نرگس کے پہول لوگ چڑہائین مزار پر

روکتے ہین اونہین اغیار وہ آئین کیونکر
ہم اگر حال سُنائین تو سُنائین کیونکر

صدمۂ ہجر سے جو حال ہوا ہے دل کا
جانِ من چیر کے پہلو۔ وہ دکہائین کیونکر

آپ آتا ہے نہ وہ ہمکو بلاتا ہے کبہی
حالِ دل پہر بتِ کافر کو سُنائین کیونکر

اے فلک تو ہی بتادے کوئی تدبیر ہمین
وہ تو منتے نہین ہم اونکو منائین کیونکر

جو کہ آغوشِ تصور سے بہی گہبراتا ہو
ایسے نازک سے شبِ وصل منائین کیونکر

ہم تو بیزار ہین جینے سے مگر اے مضطر
موت آتی نہین پہر جان سے جائین کیونکر

جاہین کیون خوفِ عدو سے کوے جانان چہوڑ کر
بہاگتے ہرگز نہین ہین مرد میدان چہوڑ کر

دیکہتے ہی اوس بتِ کمسن کو کافر ہوگئے
مذہب اپنا دین اپنا سب مسلمان چہوڑ کر

چاہنے والا بڑی مشکل سے ملتا ہے کوئی
دیکھہ تو پچتائیگا مجھکو مری جان چھوڑکر

کیون نہ ہون سو جان سے قربان اپنی تیر انداز کے
سیکڑون زخمی کیئے اک تیر مژگان چھوڑکر

منتین لاکھون ہی کین لیکن نہ رحم آیا اوسے
چلدیا وہ مجھکو ظالم زار و نالان چھوڑکر

جنت الفردوس مین بھی ہم نہ چھوڑینگے کبھی
تجکو مانگین گے خدا سے حور غلمان چھوڑکر

یاد رکھہ مضطر کہ اک دن اور لوگونکی طرح
جائے گا تو بھی یہ دنیا کا گلستان چھوڑکر

دل چھین لیا آپنے چتون کو دکھاکر
جاتے ہو کہان آگ کلیجے مین لگاکر

تھا نرگسی آنکھون کا شہید اسلیئے آکر
وہ پھول مری قبر پہ جاتے ہین چڑھاکر

میرا یہی ارمان ہے میری یہی حسرت
تو ہاتھہ سے اپنے مرا سر تن سے جداکر

پہچان لیا آپکو انداز سے ہم نے
جاتے ہو کہان اب رُخ زیبا کو چھپاکر

گذرے ہین بہت جان جہان وعدونپہ وعدے
سچا بھی کبھی بن۔ کوئی وعدہ تو وفاکر

یہ میرے جلانے کا نیا ڈھنگ نکالا کو
کچھ کان مین دشمن کے کہا جھکے سے جاکر

مضطر کوئی آتا ہے سرک جاؤ پرے تم
آہستہ سے بولے وہ مرا ہاتھہ دباکر

ستم کی سہتے تہمت اوس حسین پر
ہنسین گے لوگ اے مضطر ہمین پر

وہ خاطر مین نہین لاناکسیکو
داغ اوس بت کا ہے عرش بریں پر

نہین مٹتا مٹائے سے کسی کے
جو کندا ہوچکا لوحِ جبین پر

کبہی اچّہا نہ ہو بیمارِ الفت
مسیحا گر اوتر آئین زمین پر

بنائین صورتین کیا پیاری پیاری
فدا ہو جاؤن صورت آفرین پر

تمنائین ہماری عمر بہر کی
تصدق ہو گئین اون کی نہین پر

بہلا کیونکر نہ اوسکو چاہتے ہم
جواب اوسکا نہین روئے زمین پر

ہزار دن آفتون نے دار پردار
کئے ہین ایک اِس جانِ حزین پر

گواہی دے رہا ہے میرے خونکی
یہ دہبّہ ہے جو تیری آستین پر

لیا سوتے مین بوسہ اونکا مینے
لگا الزام اون کے ہمنشین پر

ہماری کیا حقیقت ہے یہ دنیا
لگا دے پل مین تہمت اہلِ دین پر

جہان کرتے تہے دورہ قیس و فرہاد
رہا مین مدتون اوس سرزمین پر

یہہ کہہ کر کہ قاتل آرہا ہے
جب اوٹہین اونگلیان سبکی تہین پر

اوسے مین جان و دل دیکر خریدون
ہو اونکا نام کندہ جس نگین پر

نگاہِ رشک پڑتی ہے ہر اک کی
کبہی مجہہ پہ کبہی اوس ماہ جبین پر

جہلک تیری نہ پاتا اوسمین مجنون
نہ مرتا لیلیٔ محمل نشین پر

مرے بجان دیکھنا کیا دل ہے میرا — ابھی پٹ سے گرا ہے کچھ زمین پر
بڑہاپے مین بھی باز آئے نہ حضرت — فدا ہین شیخ جی اک نازنین پر

اوسی نے چھیڑ کر خود منہ کی کھائی
ہنسی آتی ہے مضطر نکتہ چین پر

رحم تو آتا نہین تجھکو ستمگر دیکھ کر — ہنس رہا ہے تو ہمارا حال ابتر دیکھکر
اور محشر مین نیا محشر نہ برپا ہو کہین — چھپ گئے مجھکو اگر وہ روزِ محشر دیکھکر
لگا ہے ماہے ہی اگر جاتا ہو نہین اسکی طرف — تیوری پر ڈالتا ہے بل وہ دلبر دیکھکر
پیشِ داور کر دیا مین نے اونہین نادم اگر — ہائے تجھکو کیا کہین گے اہلِ محشر دیکھکر
ہو گئے جامہ سے باہر اسقدر کیون پی تر آ — شیخ صاحب پاؤن پھیلاتے ہین چادر دیکھکر
کوئی اوس جیسا نکل آئے یہ ممکن ہی نہین — ہم نے چھانٹا ہے ہزارون مین وہ دلبر دیکھکر

وہ تسلی اور تشفی کسطرح دیتے اوسے
آپ مضطر ہو گئے مضطر کو مضطر دیکھکر

سرِ بزم دیکھا جو مجھکو تو جل کر — عدو کی طرف بیٹھے وہ رُخ بدل کر
تری روز کی کل سے بے کل بنایا — خدا کے لئے اب تو مجھسے نہ کل کر
محبت کا دعویٰ جو کرتے تھے مجھسے — ہوئے اک طرف وقت بد مین وہ ٹلکر

ہمین یاد سو سو ہین ملنے کی گھاتین
کہان جائینگے پھر وہ ہم سے نکلکر

نہ جانے دیا واپس الفت نے میری
وہ رُک رُک گئے گام دو گام چل کر

وہ پیتے ہی اک جام کے ہو گئے چت
بہت آئے تہے شیخ صاحب اُچھل کر

نہ کی قدر جیتے جی مضطر کی ہم نے
وہ کہتے ہین اب دستِ افسوس مل کر

انتظارِ یار مین ایسا تہا کل شب بیقرار
دیکھتا اوٹھہ اوٹھہ کے تہا مین در کیجانب بار بار

بعدِ مردن بھی ہے باقی حسرتِ دیدارِ یار
آفرین صد آفرین ہے تجھکو چشمِ انتظار

عاشقی کا جسکو دعوی ہو وہ کل مقتل مین آئے
آج اِس مضمون کا دیکھا ہے چسپان اشتہار

زلفِ شب گون کے ڈسیکا دل مین ہے ابتک اثر
اے مسیحا آج کرتے جاؤ کچھ اِس کا اوتار

ناز و انداز و ادا پر تیرے اے جانِ جہان
جان قربان دل تصدق مین نثار

بعدِ مردن تو ہی کرتا تہا کرم بادِ صبا
اوسکے کوچہ مین اوڑا لیجا مرا مشتِ غبار

کالی کالی اب گھٹا چہائی ہے پلوا دے شراب
ساقیا دینگے دعائین تجھکو ہم سب بادہ خوار

اوس نے بیشک کوئی جادو کر دیا جادو بغیر
چین میرے دلکو دنکو ہے نہ شبکو ہے قرار

قِسمنا کی رزقِ قلم آیا ہے جب قرآن مین
کیون ہو پھر فکرِ معیشت ہمکو اے پروردگار

گلشنِ ہستی مین مضطر بات وہ پیدا تو کر

دوست کیا دشمن کے دلمین جس سے ہو تیرا ودقا

میلو نپیر تمھو نپہ میخانون پہ دلدارون پہ
رال ٹپکی ہے ہمیشہ مری اِن چارون پر

خالپر ابرو پہ مژگان پہ رخسارون پر
جان گر دیتے ہین عاشق تو انہین چارونپر

دامِ کاکل مین سدا پہانس کے تونے صیاد
نت نئے ظلم کیئے ہم سے گرفتارون پر

وہ بہی پہلو مین ہے گلزار بہی ہی ابر وبہی ہے
رحمتِ حق سے ترشح بہی ہے میخوارون پر

عالمِ خواب مین بہی بوسہ کا ڈر ہے اونکو
ہاتھ رکھے ہوئے سوتے ہین جو رخسارونپر

جان بلب ہی رہے وہ درد سے لیکن تجہکو
رحم آیا نہ کبہی عشق کے بیمارون پر

وہ جو مہمان ہوئے میرے بڑی سیر ہوئی
مدعی رشک سے لوٹا کیئے انگارونپر

دولت حسن کے دو سانپ موکل ہین یہہ
دو نون جانب ترے گیسو ہین جو رخسارونپر

باز آتے نہین اغیار بدی سے یارب
آفت آتی نہین کیون ایسے ستمگارون پر

زر تو کیا چیز ہے جان دیکے خریدا تجہکو
بازی ہم لے گئے یوسف کے خریدارونپر

کل جو کیا خواب مین دو بوسے لئے تہے مینے
اوس سے یہ نیل پڑے ہین ترے رخسارونپر

زاہدا خوب ہی پی ضد پہ تری آج شراب
کچھ اثر تیری نصیحت کا نہین یارون پر

خوف ہم دو نو جہان کا نہین رکھتے **مضطر**
فضل جب اوسکا ہے ہم جیسے گنہگارونپر

ردیف رائے ہندی

کیون نہ ہو جائے گی حیات پہاڑ
ہجر دلدار کی ہے رات پہاڑ

غیر بیچارہ تاب کیا لائے
میرے آگے ہے بے ثبات پہاڑ

کیون نہ گھبراؤن مہروش ہر دم
تیرے خیمے کی ہے قنات پہاڑ

کیا مصیبت کی سختیان ہون بیان
دن قیامت ہے اور رات پہاڑ

نرم ہوتا نہین کسی عنوان
کر دیا تیرے دل نے مات پہاڑ

غم۔ الم۔ درد۔ سوز۔ فکر۔ قلق
سر پہ ٹوٹے ہین ایک سات پہاڑ

دل شکن کیون نہ ہو کلام تیرا
لفظ پتھر ہے اور بات پہاڑ

کیا حرارت ہے عشق کی دلمین
راکھ ہوتے ہین دم کے سات پہاڑ

مضطرب کیون نہ ہو دلِ مضطر
پڑ گیئن اوس کو مشکلات پہاڑ

ردیف رائے منقوطہ

در شان خواجہ معین الدین چشتی اجمیری

مقبولِ خدا اولادِ علی سلطان الہند غریب نواز
مخدومِ جہان منظورِ نبی سلطان الہند غریب نواز

سب شاہ و گدا اجمیر مین آ لاتے ہین زبان پر صلِّ علیٰ
وہ در ہے تمہارا آلِ نبی سلطان الہند غریب نواز

وہ در ہے تمہارا شاہِ زمان پاتا ہے جہان سے فیض جہان
دو مجھکو بھی کچھ اولادِ علی سلطان الہند غریب نواز

عثمان ولی کے اے پیارے ہم پھرتے ہین یون در در مارے
کیون آپ خبر نہین لیتے کبھی سلطان الہند غریب نواز

جس روز سے مین حاضر ہون یہان یہ مصرع ہی میرے ورد زبان
ہو ابن علی و لیون کے ولی سلطان الہند غریب نواز

اک جام عطا ہو اب وہ مجھے جو عشقِ خدا سے مست کرے
ہو عمر تمام ادسی مین مری سلطان الہند غریب نواز

اب آپ کرین فریاد رسی بلوالین اسے یثرب مین نبی
مضطر کی ہے یہ امیدِ دلی سلطان الہند غریب نواز

حسن کی رہتی ہے دولت چند روز | کرلو تم برپا قیامت چند روز | ر

اس جہان مین تیرے باعث جو روش
ملگئی ہے ہمکو جنّت چند روز

چلتی پہرتی چہاون ہے نازان نہو
معمور رہتی ہے دولت چند روز

ہونگے وہ کچہہ اور آئے تو شباب
بہول بہولی ہے یہ صورت چند روز

ایک جان دو جسم کہلاتے تہے ہم
اپنی اونکی تہی یہ الفت چند روز

شہرِ خاموشان مین جا سویا مریض
کی مسیحا نے جو غفلت چند روز

خاک مین پہر ملنے والا ہے یہ حسن
اسپہ کرلین آپ نخوت چند روز

کیون ہے اسپر اہلِ دنیا کو غرور
ہے یہ اونکی زیب و زینت چند روز

محفلِ رندان ہی مین آتا رہا
شیخ کی آئی جو شامت چند روز

سیکہ لے جلدی سے مضطر کوئی فن
ہے تجہے دنیا مین فرصت چند روز

ردیف سین مہملہ

کبہی تنہا نہ وہ ملا افسوس
اوس سے مین کچہہ نہ کہہ سکا افسوس

ایک دن بہی نہ کی وفا افسوس
عمر بہر اوس نے کی جفا افسوس

جو مقدر مین تہا وہ پیش آیا
کیون تو کرتا ہے اب ولا افسوس

عشق مین کیا گلہ ہو غیرون کا
خونِ ناحق پہ ہین وہ آمادہ

پہر گئے یار و آشنا افسوس
میری کچہ بھی نہین خطا افسوس

کیا ملے گا کسی سے تو اے دل
نہ رہا کوئی با وفا افسوس

غیر کی پٹیان پڑہانے سے
مجہہ سے وہ ہو گئے خفا افسوس

چاہیے جبتک جیئے کوئی انسان
آخرِ کار ہے فنا افسوس

آئے ہمراہ غیر کو لے کر
کی شبِ وصل بہی جفا افسوس

رکہکے مرقد مین چلدئے احباب
مین اکیلا ہی رہ گیا افسوس

وہ شبِ وصل بھی خفا ہوکر
میرے پہلو سے اوٹہہ گیا افسوس

ہم نہ تہے اوس زمانے مین مضطر
جبکہ تہے فخرِ انبیا افسوس

او نہین نہین ہے کسی یار و آشنا کا پاس
پھراون سے رکہین۔ تو کیا رکہین ہم وفا کی آس

کسی کی زلف تو بکہری ہوئی نہین دیکہی
کہو تو حضرتِ دل کیون تم استقدر ہو اوداس

خبر تو جلد سو کر دو یہہ اوس مسیحا کو
ترے مریض کے جینے کی اب نہین ہے آس

نہین سے ہے ظلم و ستم مین جوابِ اوسکا کہین
کہ چرخِ پیر نے حاصل کیا ہے اوس سے پاس

وہ پوچھتے ہین یہ انجان ہنکے عاشق سے
یہ چہرہ آپکا رہتا ہے کیون اوداس اوداس

ہر ایک کہتا ہے مجھکو یہ وہ ہے سودائی
رہا نہ عزت و حرمت کا اپنی جسکو پاس

ہمارا واسطہ جس گلبدن سے آکے پڑا
نہ دیکھی نام کو الفت کی اوسمین کچھ بو باس

وہ ڈر کے بجلی سے بولے کہ رو ؤ تم ہمکو
جو وان سے اوٹھکے نہ آجاؤ جلد میرے پاس

فراق و وصل پہ موقوف کیا ہے اے مضطر
ہزار قسم کے رہتے ہین عشق مین وسواس

ردیف شین معجمہ

نہ ہمکو مونس و ہمدم نہ آشنا کی تلاش
کہ عاشقان خدا کو ہے بس خدا کی تلاش

ترے حبیب کا پیغام لینے جاتی ہون
یہ کہہ رہی ہے مرے واسطے کچھ صبا کی تلاش

خدا کے فضل سے ہمکو نہین ہی زر کی ہوس
مہوسونکو مبارک ہو کیمیا کی تلاش

مرید عشق ہین سب کر چکے ہین طے راہین
نہ ہمکو پیر کی حاجت نہ رہنما کی تلاش

مثال چرخ ہین گردش مین ہر گھڑی مضطر
ہمارے دلکو جو ہے ایک مہ لقا کی تلاش

ردیف صاد مہملہ

ہم سے کب دوستی کہان اخلاص
دشمنون سے ہے میرے جان اخلاص

جان کے اپنے ہو گئے دشمن
دلبرون سے گیا جہان اخلاص

عمر بھر دشمنون کے دوست رہے
رکھئے اب ہم سے مہربان اخلاص

ایک بوسہ پر اسقدر بگڑے
ہوگیا آپ کا عیان اخلاص

مثل میرے عدو بھی ہونگے ذلیل
نہین رہنا ہے جاودان اخلاص

جان قربان گر کرون تم پر
تو بھی میرا نہو عیان اخلاص

نارِ دوزخ سے کیون ڈرے مضطر
اوسکو احمد سے ہے بجان اخلاص

ردیف ضاد معجمہ

صیاد سے غرض ہے نہ کچھ دام سے غرض
ہے مجھکو اوسکی زلفِ سیہ فام سے غرض

شیشے سے کچھ غرض نہ ہمین جام سے غرض
ہے میکدہ مین اوس بتِ گلفام سے غرض

مطلب جو اب ہے نہ مرے کام سے غرض
ہے نامہ بر تجھے فقط انعام سے غرض

ہر وقت محو ہون کسی مہرو کی یاد مین
مطلب نہ صبح سے ہے نہ کچھ شام سے غرض

اونکی بلا سے کوئی مرے یا کوئی جئے
اونکو تو اپنے راحت و آرام سے غرض

جو اذنکا دین ہے وہی میرا طریق ہے
کچھ کفر سے غرض ہے نہ اسلام سے غرض

مضطر کو شوق شعر کے کہنے کا ہے فقط
شہرت سے مدعا ہے نہ کچھ نام سے غرض

ردیف طائے مہملہ

منظور ہی نہین ہے اوسے جانکی احتیاط
بیمار تیرا کرتا ہے درمان کی احتیاط

کرلین سپر سے خنجر و پیکان کی احتیاط
کس چیز سے ہو ناوک مژگان کی احتیاط

کھایا جو دل پہ پھر نہ نکالا اوسے کبھی
منظور تھی جو یار کے پیکان کی احتیاط

دیوار کود جائینگے جوشِ جنون مین ہم
بیکار محض ہے درِ زندان کی احتیاط

ملکِ عدم کو جب سے روانہ ہوا ہے قیس
سر میرے پڑ گئی ہے بیابان کی احتیاط

افسوس ہے حریف چلے جائین بےدھڑک
ہو صرف میرے واسطے دربانکی احتیاط

مضطر کی طرح پیچ مین گیسو کے آگیا
اب وہ کہان ہے ناصح ناداں کی احتیاط

ردیف ظائے معجمہ

کچھ آگیا ہے پچھلی ملاقات کا لحاظ
پھر ہو چلا ہے اونکو مری بات کا لحاظ

کچھ پاس وضع ہے نہ ملاقات کا لحاظ
رکھتے نہین ہو تم تو کسی بات کا لحاظ

کمبخت عشق نے ہی مجھے دیوانہ کر دیا
مجھکو نہ شرم ہے نہ کسی بات کا لحاظ

ہستی کو اپنی بھولے نہ انسان عروج مین
ہے خاک۔ چاہیئے کچھ اِس اوقات کا لحاظ

بے سوچے سمجھے کچھ نہ نکالے زبان سے
لازم ہے آدمی کو ہر اک بات کا لحاظ

واعظ اسی مین خیر ہے گھر کو سدھارئے
بس کر چکا مین قبلۂ حاجات کا لحاظ

ہمکو نہ بھول جانا کہین گھر پہنچکے تم
جاتے تو ہو مگر رہے اس بات کا لحاظ

بوسہ مجھے عطا ہو تو دشنام غیر کو
ہر مستحق کے ساتھ ہو خیرات کا لحاظ

اوٹھا ہے ابر وہ ہے ہمین کچھ تو زیادہ آج
ساقی ضرور چاہیئے برسات کا لحاظ

بولے وہ سو سناؤنگا مضطر ہین آپکو
مجھسے کبھی نہ ہوگا کسی بات کا لحاظ

ردیف عین مہملہ

کرتے ہین آپ یہہ جو سامان جمع
کیا ضیافت ہے ہونگی مہمان جمع

اوسکے رخسار پر ضیا دیکھو
ایک جا دو ہین ماہِ تابان جمع

آدمی آکے کیا کرے کوئی
اِس نے قارون کو ذلیل کیا
دِلمین آتی ہے ہم بہی جائین ضرور
وہ ہے فریاد دردناک مری
کچھ نہ اچّہا ہوا مریضِ فراق

ہون جو محفل مین تیری حیوان جمع
مالِ دنیا نہ کر تو نادان جمع
اونکے گہر ہونگے آج مہمان جمع
ہوئے سب وحشیِ بیابان جمع
کیسے کیسے تہے رشکِ لقمان جمع

قتلِ شبیر کے لئے مضطر
ہوئے افسوس کیون مسلمان جمع

ردیف عین معجمہ

روزِ شمار تک بہی نہ گنتی مین آئے داغ
اِس عمر مین ہزار دن ہی لاکہون ہی کہائے داغ
تارے دکہائی دیگئے آنکہون کے سامنے
ہر شکرے سے خون ٹپکتا ہے راتدن
آنکہین سفید ہوکے کمر ٹوٹ جاتی ہے
سینہ کو میرے دیکھ کے حیران ہوگیا

ہم نے کسی کے عشق مین اتنے اوٹہائے داغ
باقی ہے میرے دلکو مگر اشتہائے داغ
سینہ جو مین نے کہولکے اونکو دکہائے داغ
لالہ کو لگ گئی ہے جو میری ہوائے داغ
دشمن کو بہی نہ دوست کا خالق دکہلائے داغ
طاؤس نے اگرچہ بہت سے ہی پائے داغ

پھاہا بنا کے رکھہ مرے سینہ پہ چارہ گر
ہو یاد اگر دوا کوئی سوزش فزاے داغ

جل جل مریگا چرخِ چہارم پہ آفتاب
ہمنے اگر دکھائی کسی دن ضیاے داغ

برسون سے جان منزلِ رنج و الم بنی
دل مدتون سے بنگیا خلوت سراے داغ

معلوم ہو کہ ہجر مین دل کا یہ حال ہے
خط مین بجاے حرفون کے ہمنے بنائی داغ

عاشق کے داغِ سینہ کی یکسان نمود ہے
دو ہفتہ تک ہے چاند کی نشو نماے داغ

مضطر کو تم ستا کے ستاے نہ جاؤگے
کیا ہے سواے داغ مریجان جزاے داغ

ردیف فا

دستِ وحشت پھر بڑھا میرا گریبان کیطرف
پھر تقاضا ہے جنونکا چل بیابان کیطرف

اوس سراپا حُسن کا آتا ہے نقشہ پیشِ چشم
جب کبھی مین جا نکلتا ہون گلستان کیطرف

زندگی سے کر دیا مایوس مجھکو درد نے
کی توجہ آپنے لیکن نہ ارمان کیطرف

گر عیادت کو نہ آئے نعش پر میری نہ آے
فاتحہ کو آئین وہ گورِ غریبان کیطرف

تیرے لعلِ شکرین سے جو کہ بہرہ یاب ہین
میل کب اونکو ہوا لعلِ بدخشانکی طرف

اوسکو ساونکی جھڑی کا لطف آجاے یہان
دیکھہ لے گر آکے میری چشمِ گریان کیطرف

قتل ہوکر بھی رہا میلانِ خاطر بر قرار
خون مضطر کا اوڑا قاتل کے داماں کی طرف

مدت کے بعد بہی جو گیا یار کی طرف
دیکہا نہ آنکہہ اوٹہاکے بہی مجہہ زار کیطرف

دل چاک چاک ہوگیا اپنا اک آن مین
دیکہا جو اونکے ابروئے خمدار کیطرف

ہین سب کو چھوڑ چہاڑ کے اونکا جو ہوگیا
وہ مجہکو چہوڑ کر ہوئے اغیار کیطرف

سب اوسکی شکل دیکہتے ہی اوسکے ہوگئے
سارا زمانہ ہوگیا اوس یار کی طرف

مضمون کچھ نیا ہے نہ مضطر زبان ہے
پھر دیکہے کیا کوئی ترے اشعار کیطرف

ردیف قاف

کس سے کہے فسانۂ غم مبتلائے عشق
یہ تاب کس مین ہے جو سُنے ماجرائے عشق

بیٹہے بیٹہائے دلکو ہمارے جلائے عشق
کس کام کا یہ عشق ہے چولہے مین جائے عشق

اب قدر عافیت اونہین کہلجائیگی ضرور
سُنتا ہون وہ بہی ہوگئے ہین مبتلائے عشق

اونکو زیادہ پہلے سے اغماض ہوگیا
سُن سُن کے میرے منہ سے مرا ماجرائے عشق

آخر وہ بزمِ ناز سے شرما کے اوٹھ گئے
عشاق جبکہ کہنے لگے مدعائے عشق

یون ہی بنا رہا ہے یہ باتین تو واعظا
تجھکو ابھی لگی ہی نہین ہے ہوائے عشق

دیر و حرم کے جھگڑون سے اوسکو نہین غرض
مضطر تو ہو چکا ہے سراپا فنائے عشق

چکھا رہا ہے مزے ہمکو واہ کیا کیا عشق
ہوا ہے دشمن جان ایک دلربا کا عشق

مزا تو جب ہے کہ دونو طرف سے چاہت ہو
تمہین ہمارا ہو اور ہمکو ہو تمہارا عشق

ہزار پردون سے ظاہر یہ ہو کے رہتا ہی
کبھی چھپائے سے چھپتا نہ ہمنے دیکھا عشق

اگرچہ آسے طبیعت تو ایک پر آئے
نہین پسند ہے ہمکو یہ پنچ شاخا عشق

نہ پہنس بتون کی محبت مین مضطر ناداں
جو عشق ہے تجھے مرغوب کر خدا کا عشق

در شان حضرت فراق مدظلہ

ہوا ہون جب سے مین اے ہمدمون فدائے فراق
فراق میرے لئے اور مین برائے فراق

کہان سے لاؤن مین خامہ مین اپنے وہ قوت
کہ جس سے لکھون مین دل کھولکر ثنائے فراق

کسی مشاعرہ مین جب کبھی قدم رکھا
یہ دھوم مچگئی تشریف آج لائے فراق

نگاہ خلق مین وقعت جو میرے شعر کی ہے
یہ سب ہے فراق کا فیضان ہو عطائے فراق

نہ اوسکے سامنے محفل مین دون کی لینا
یہ خوب جان لو مضطر ہے خاکپائے فراق

ردیف کاف تازی

وہ نہین آتے گر مرے گہر تک
مجہکو بلوالین اپنے ہی در تک

چلتے چلتے رُکا گلے پہ مرے
پہر گیا مجہ سے اونکا خنجر تک

پرٗ جہان جلتے ہین فرشتون کے
کسطرح ہو رسائی اوس در تک

شرع مین تشنہ کام الفت کو
نہ دیا اوس نے آب خنجر تک

جاتے ہین آپ اگر تو بسم اللہ
چلئے پہنچا کے آوٗن مین گہر تک

ضعف سے جو نہ لے سکے کروٹ
آئے کسطرح آپ کے در تک

اونکا شرما کے منہ چہپا لینا
یاد ہمکو رہے گا محشر تک

راہِ الفت مین گر قدم رکہین
بہولین خود راہ خضر رہبر تک

پاؤن گہس جاتے دشمنون کے کیا
جو چلے آتے آپ مضطر تک

اے مسیحا تری دوا ہے خاک
تیرے بیمار کو شفا ہے خاک

جب کہین بینے اوسکو پایا ہے
خواب مین بہی نہ جبتک آیا
اپنی ہستی کو کر دیا ہے خاک
با وفا یہ تری وفا ہے خاک

تو جب الٹا مجہے ڈبوتا ہے
میری کشتی کا ناخدا ہے خاک

مجہکو وہ آکے قتل کر جائین
اور کیا میرا مدعا ہے خاک

دیکہکر نعش میری حسرت سے
بولے اب اسمین کیا رہا ہے خاک

جب جوانی مین بہی نہ عیش کرین
زندگانی کا پہر مزا ہے خاک

رنج و اندوہ کے سوا مضطر
دل لگانے مین اور کیا ہے خاک

صرف ایک تو زمین سے ہے آسمان تک
پایا نہ غیر کا کہین ہم نے نشان تک

دیکہا ہو خواب مین جسے وہ کسطرح ملے
کیا ڈہونڈہین جانتے نہین اوسکا نشان تک

کیا منہ کو میرے کیل دیا اوسنے آتے ہی
شکوے جو آکے رک گئے میری زبان تک

سو سو طرح سے پوچہے اگر حشر مین خدا
جب بہی نہ لاونگا ترا شکوہ زبان تک

مضطر حضور پل مین وہان جا کے آگئے
پہونچے جہان کبہی نہ کسی کا گمان تک

ردیف کاف فارسی

وہ نہین کاٹ ہین ہرگز تری تلوار کا ڈہنگ
جیسا دیکہا ہے ترے ابروئے خمدار کا ڈہنگ

آج اٹہکہیلیان کرتی جو چلی آتی ہے
اے صبا کسکی اوڑایا ہے یہ رفتار کا ڈہنگ

بات بے بات زبان پر ہین ہزارون دشنام
ہے نیا آج تو کچہ آپکی گفتار کا ڈہنگ

ہو نہو محفلِ دلبر سے نکلوائے گئے
غیر حسن نے ہین جو آج آیا ہے اغیار کا ڈہنگ

ان حسینو نمین نزاکت یہ کہان سے آئی
دیکہہ پایا ہے کسی عاشقِ بیمار کا ڈہنگ

ٹکٹکی باندہے کہڑا ہے ترے در کے آگے
مثلِ تصویر کے ہے طالبِ دیدار کا ڈہنگ

لوگ مہمان بتاتے ہین گہڑی پل کا اوسے
دیکہہ تو کیا ہے مسیحا ترے بیمار کا ڈہنگ

اوسکے کوچہ ہین مجہے دفن کرین میرے عزیز
اس سے بہتر نہین اب روزکے دیدار کا ڈہنگ

فیض یہ حضرتِ اوستاد کا ہے اے مضطر
ورنہ بے ڈہنگا تہا اتبک ترے اشعار کا ڈہنگ

ضعف سے کہتا تہا سر جگر الگ
ہجر ہین صدمہ رہا دلپر الگ

خواب ہین بہی پہر خوشی دیکہی نہین
ہوگیا جب سے مرا دلبر الگ

ایک تو ہین جان بلب ہون ہجر ہین
دوسرے دل ہے مرا مضطر الگ

میرے مرنے سے عجب فرحت ہوئی
عید ہے اغیار کے گہر گہر الگ

کیا سمجہہ سکتا ہے زاہد اسکی رمز
عشق کے مذہب کا ہے دفتر الگ

عشق مین دیوانہ مجھکو دیکھکر ہو گیا مجھ سے مرا گھر بھر الگ

مدّعا نکلے گا رہکر اوس کے ساتھ
کس لئے رہتے ہو تم مضطر الگ

ردیف لام

ہو جائے کسیدن تو وصالِ گل و بلبل ابتر ہے بہت ہجر مین حالِ گل و بلبل
کر ایکبرس فصلِ بہاری مین ذرا رحم گل چین سے یہ ہر دم ہے سوالِ گل و بلبل
اب ہونے لگا کچھ اثرِ حسن و محبت صیاد بھی ہے محوِ خیالِ گل و بلبل
دو دن مین خزان باغ کی کر دیگی صفائی اچھا نہین آپس مین ملالِ گل و بلبل
کیون دیکھنے جاتے ہین گل و بلبل کا تماشا ہم تم بھی تو دونون ہین مثالِ گل و بلبل
ظالم نے بہار آتے ہی کیا تفرقہ ڈالا صیاد کے سر پہ ہے وبالِ گل و بلبل

مضطر ترا ہر شعر ہے گلزارِ معانی
ہر مصرع ترے مین ہے خیالِ گل و بلبل

جس نے معشوق سے لگایا دِل اوس نے آفت مین بس پھنسایا دِل
راتدن ہے شریکِ حال اپنا ہم نے وہ غمگسار پایا دِل

گنجِ قارون بھی ہو تو ٹھکرادون
اچھّی صورت پہ جان دیتا ہے
کوئی مرجائے اوسکو کیا پروا
بھری محفل مین آج اوس بُت نے

میرا خالق نے وہ بنایا دِل
بدنظر ہم نے ایسا پایا دِل
ایسے ظالم پہ میرا آیا دِل
آن کی آن مین چُرا یا دِل

تیرِ مژگاں سے اونکے ای مضطر
بڑی مشکل سے کل بچایا دِل

ردیف میم

اے مالکِ ارض وسما مشتاق دیدارِ توام
اے راحتِ جانِ جہان مشتاق دیدارِ توام
دیکھی ہے جب سے اک جھلک جھپکی نہین میری پلک
مین کسطرح آون وہان آجا ذرا تو ہی یہان
دھونڈا ہے جاکر جابجا ملتا نہین تیرا پتا
مین ہون علیل ونیم جان بیکس مریض وناتوان
بس ہو چکی شرم وحیا چھپتا ہے کیون مجھسے بھلا

وے بادشاہِ دوجہان مشتاق دیدارِ توام
وے دلربائے عاشقان مشتاق دیدارِ توام
رہتا ہے یہ وردِ زبان مشتاق دیدارِ توام
تیرا مکان ہے لامکان مشتاق دیدارِ توام
کب تک رہیگا تو نہان مشتاق دیدارِ توام
تو ہے مکینِ لامکان مشتاق دیدارِ توام
آسائشِ جانِ جہان مشتاق دیدارِ توام

رکھہ نزع مین بھی برزبان مضطر یہ یا آہ و فغان
اسے عیان و ہم نہان مشتاق دیدار توام

مدح غوث پاک

جو ہر دم لب پہ لائے غوثِ اعظم
وہ کہلائے فدائے غوثِ اعظم

مری جان ہے فدائے غوثِ اعظم
مرا دل مبتلائے غوثِ اعظم

بنائین سجدہ گہہ عشاق اوسکو
جو پائین نقشِ پائے غوثِ اعظم

مری آنکھون مین ہو جب جلوہ گرتم
کوئی کیونکر سمائے غوثِ اعظم

جہان مین اونکا ہونا ہیچ ہی ہیچ
جو ہین نا آشنائے غوثِ اعظم

لگائین معتقد آنکھون مین اپنی
ملے گر خاک پائے غوثِ اعظم

مرا منہ ہے یہ میری حیثیت ہے
جو ہو مجھسے ثنائے غوثِ اعظم

مبارک صاحبِ خانہ مبارک
کہ یان تشریف لائے غوثِ اعظم

شہنشہ اوسکی یون کرتے ہین عزت
کہ مضطر ہے گدائے غوثِ اعظم

دکھادے مجھے رخ اک ذرا غوثِ اعظم
کہ ہو دردِ دل کی دوا غوثِ اعظم

یہ دنیا جو ہے اک بلا غوثِ اعظم
بچا اس سے بہرِ خدا غوثِ اعظم

نہ ظاہر ہین گو مجھکو جلوہ دکہایا
کبھی خواب مین آ و یا غوثِ اعظم

مشرف ہون بغداد مین جلد آکر
یہی دلکا ہے مدعا غوثِ اعظم

بہت دیر سے ہاتھہ پہیلا رہا ہون
کرو میری حاجت روا غوثِ اعظم

نہ ہمسر تمہارا نہ ثانی تمہارا
خدا کے ہو محبوب یا غوثِ اعظم

بجز آپکے کوئی میرا نہین ہے
مرے پیر مشکل کشا غوثِ اعظم

بنی ہین ترے شیفتہ شاہ جیلان
خدا ہے ترا مبتلا غوثِ اعظم

بڑی دیر سے دے رہا ہے دوہائی
ہو مضطر کو بہی کچھ عطا غوثِ اعظم

ردیف نون

غارت وہ دل ہو جسمین کہ بوئے وفا نہین
پہوٹے وہ آنکھہ جسمین کہ شرم وحیا نہین

معشوق با وفا کوئی ہمکو ملا نہین
کچھ زندگی کا لطف میسر ہوا نہین

تمکو قسم ہے سر کی مرے صاف تم کہو
میت پہ میری رونیکو آوگے یا نہین

گر پہر گئے ہو ہم سے بلا سے پہرے رہو
بت ہو فقط ہمارے کوئی تم خدا نہین

کسطرح یا الٰہی بسر ہوگی قبر مین
ظاہر مین ہم سے دور اگر ہے تو کیا ہوا

اپنے سوا وہان تو کوئی دوسرا نہین
پر دلمین تو بسا ہے تو ہرگز جدا نہین

مضطر وہان نہ جاؤن مین تنہا کسی طرح
دوزخ ہے مجھکو خلد اگر دلربا نہین ۔

مجھے جان کے اپنی لالے ہوئے ہین ۔
کہ پھر زخم دل میرے آلے ہوئے ہین

رسا اسقدر میرے نالے ہوئے ہین
کہ وہ اب کلیجا سنبھالے ہوئے ہین

مجھی کو نہین ہے فقط اون کا شکوہ
عدو بھی وہان سے نکالے ہوئے ہین

ہوئی ابتو فریاد بھی اک مصیبت
کہ سینے سے تا حلق چھالے ہوئے ہین

بنایا ہے نکسک درست اونکو حق نے
سراپا وہ سانچے مین ڈھالے ہوئے ہین

جنون نے بنایا ہے سیّاح مجھکو
مرے بحر و بر سب کھنگالے ہوئے ہین

خدا جانے کیا جان و دل پر بنے گی
کہ اوس شوخ کے ہم حوالے ہوئے ہین

نگاہو نمین ہین اون کی ساری ادائین
ہمیشہ کے وہ دیکھے بھالے ہوئے ہین

جدائی مین ہین اونکی بیتاب مضطر
طبیعت کو گو ہم سنبھالے ہوئے ہین

تیری فرقت مین ہین نالان سیکڑون
حشر مین پکڑین گے دامان سیکڑون

آپ پر مرتے ہین جانان سیکڑون
جان و دل کرتے ہین قربان سیکڑون

اوسکے کوچہ کے عوض ہرگز نہ لون
دے کوئی گر باغ رضوان سیکڑون

دیکھتے ہی مرغ دل زلفون کے دام
ہوگئے دانان سے نادان سیکڑون

جاتے ہی بتخانے ہین بت کے حضور
ہوگئے کافر مسلمان سیکڑون

خانۂ دل مین ہین پوشیدہ مرے
اونکی بیرحمی سے ارمان سیکڑون

پھر گیا مضطر وہ اپنے قول سے
گو کئے تھے عہد و پیمان سیکڑون

میرے نالون مین کیا اثر ہی نہین
میری اوس بت کو کچھ خبر ہی نہین

یا الٰہی یہ کیا قیامت ہے
شب فرقت کی کیا سحر ہی نہین

جان سے ہین تو ہاتھ دھو بیٹھا
اونکو ابتک مری خبر ہی نہین

تم ہی تم دلمین رہتے ہو ہردم
اور کا تو یہان گذر ہی نہین

بیخبر ہوکے ایسے بیٹھے ہین
اونکو دنیا کی کچھ خبر ہی نہین

چاہے جتنی بنائیے باتین
آپکی مجھپہ وہ نظر ہی نہین

گم ہوے جستجو مین ہوش و حواس
لاکھہ ڈھونڈا وہ بان کمر ہی نہین

ہمتو واللہ صاف کہتے ہین
عشق جسکو نہین بشر ہی نہین

جائے مضطر تو کس جگہ جائے
تیرے در کے سوا تو در ہی نہین

عجیب گردش مین ہے مقدر جو وہ کہین ہے تو ہم کہین ہین
فلک نے کیسا دیا ہے چکمہ جو وہ کہین ہے تو ہم کہین ہین
لگی ہے الفت کی آگ تن مین ہمارا چرچا ہے کوہ بن مین
تلاش مین ہین خراب دردر جو وہ کہین ہے تو ہم کہین ہین
وہ جب سے گہر غیر کے سدھارا ہمارا پیارا ہمارا پیارا
وظیفہ رہتا ہے یہ زبان پر جو وہ کہین ہے تو ہم کہین ہین
ہمیشہ فرقت سے ہین الم مین گذر رہی ہے مدام غم مین
جو درد دل مین تو دم لبون پر جو وہ کہین ہے تو ہم کہین ہین
کہین ہے دشوار اوسے بلانا اوسے ہے مشکل یہانتک آنا
یہ دشمنون کے ہین سارے جوہر جو وہ کہین ہے تو ہم کہین ہین
تمام اپنے پرائے چہوٹے سبہون سے ملتے کے رشتہ ٹوٹے
ہین اوسکی الفت مین گہر سے بے گہر جو وہ کہین ہے تو ہم کہین ہین
وہ جب سے ہم سے جدا ہوا ہے مثال ماہی تڑپ رہا ہے

ہے جسکی خاطر یہان زبان پر جو وہ کہین ہے تو ہم کہین ہین
وہ رشکِ گل کب ملیگا یارب بر آیگا کب ہمارا مطلب
پکارین کبتک تڑپ تڑپ کر جو وہ کہین ہے تو ہم کہین ہین
کبہی وہ دن تہے کہ ایک دم بہی ہماری اوسکی نہ تہی جدائی
ہوئی ہے اب تو یہ حالت ابتر جو وہ کہین ہے تو ہم کہین ہین
غضب کا ہے شوقِ دیدِ جانان کہ مرتے دم بہی ہے دلکو ارمان
ہمارے تن مین ہے جانِ **مضطر** جو وہ کہین ہے تو ہم کہین ہین

ہزارون مرغِ دل و نرات گو فریاد کرتے ہین
مگر وہ دامِ گیسو سے کسے آزاد کرتے ہین
کبہی وہ شاد کرتے ہین کبہی ناشاد کرتے ہین
ہماری آرزوؤنکو غرض برباد کرتے ہین
جنازہ میرا دیکہا تو عدو سے ہنس کے وہ بولے
یہ ویرانہ کہان کا دیکہیے آباد کرتے ہین
ہمارے خانۂ دلکو یہ معشوقانِ شہر آشوب
کبہی برباد کرتے ہین کبہی آباد کرتے ہین
تپ ہجران کی بیتابی مین ہم تصویرِ جانانکو
لگا کر اپنے سینے سے دل اپنا شاد کرتے ہین
ہمارا سر ہے کب سے خم لگا اک ہاتہ جلدی سے
کہین رحم و کرم مظلوم پر جلاد کرتے ہین
ستمگر کا لقب جلدی سے اب ہم اونکو دینگے
جوان جون جون وہ ہوتے ہین ستم ایجاد کرتے ہین
وہان سے کوئی آتا ہے تو اتنا پوچہہ لیتا ہون
جنہین مین یاد کرتا ہون مجہے وہ یاد کرتے ہین

ہم اونکے ظلم ناحق سے بہ تنگ آے ہین اے مضطر
دیا ہے جس گہڑی دل اوس گہڑی کو یاد کرتے ہین

فقط آپکو میں لقا جانتا ہون
جفا کو تری کیا جفا جانتا ہون
نہ جائیگا بے وصل درد جدائی
یہی اس مرض کی دوا جانتا ہون
سمایا ہے تو ہی رگ و پے مین میرے
یہ کیونکر کہون مین جدا جانتا ہون
تجہے کشتیٔ عمر کا اپنی اے عشق
خدا کی قسم ناخدا جانتا ہون

سوا اسکے مین اور کیا جانتا ہون
جفا کو تری مین وفا جانتا ہون

بلایا الگ جب تو وہ بولے مضطر
ترے دلکا مین مدعا جانتا ہون

کچہ اے پیامبر مجہے تیرا یقین نہین
اقرار وصل اور وہ کافر نہین نہین
تم ہو وہ آئینہ کہ کدر ہر ایک سے
مین ہون وہ صاف دل کہ عدو سے بہی کین نہین
چہپتا نہین چہپائے سے بگڑا ہوا مزاج
ابرو پہ بل نہین ہے کہ ماتہے پہ چین نہین
آتا ہے یاد ہائے وہ تکرار وصل پر
کہنا بگڑ بگڑ کے کسی کا نہین نہین
اچہے سے اچہی جمع ہین حورین بہشت مین
جسکی ہمین تلاش ہے وہ مہجبین نہین
مہمان سے یہ بغض یہ کینہ نہین روا
گہر آئے کا بہی پاس تجہے اے زمین نہین

اوسکی زبان سے شکوہ تمہارا۔ غلط غلط
مضطر تو اِس خیال کا اسے ناز نین نہین

محفل مین تیری جمع ہین سب اک ہمین نہین
کیا ظلم تیرا ہم پہ یہ اے مہ جبین نہین

کیونکر نہ اپنی گریۂ فرقت کا ہو ثبوت
دامن ہمارا تر نہین یا آستین نہین

گستاخ ہون نہ ہم کہین شوقِ وصال مین
اچھّی نہین ہے روز کی ہم سے نہین نہین

اوسوقت مین ہی مین تہا نہ تہی آنکہہ جب بصر
آتا ہے تو ہی تو نظر اب مین کہین نہین

مانا کہ شاہ رگ سے ہے میرے قریب تو
لیکن یہ کیا کہ میری نظر کے قرین نہین

اِس درجہ اپنے حسن پہ نازان ہو کسیلئے
دنیا مین میری جان حسین اک تمہین نہین

تمکو عدو کی بات تو آیت۔ حدیث ہے
افسوس میری بات کا مطلق یقین نہین

کچھ غیر نے پڑہا دی ہے پٹّی تجھے ضرور
بیوجہ آج تیری زبان پر نہین نہین

مضطر مین زور دیکے طبیعت پہ کیا کرون
دلکو مرے پسند ہی ایسی زمین نہین

الٰہی آگئی فصلِ بہاری کیا گلستان مین
چورہ رہکر ہمارا ہاتہ پڑتا ہے گریبان مین

تمہین کچھ شرم بہی ہے ساتہ رکہتے تہے جسے ہردم
پہرا کرتا ہے سرگردان وہ اب کوہ و بیابان مین

نہ نکلا سخت مشکل ہے نہ نکلا ہے نہ نکلیگا
پہنسا ہے دل مرا ایسا کسی کی زلف پیچان مین

رقابت ایک ہرجائی کے باعث ہوگئی پیدا / یہودی ہین نصارا ہین برہمن ہین مسلمانین

نہ وہ آ آکے کچھ کہتا نہ ہم کچھ منہ سے بک اُٹھتے / خلل واعظ نے ڈلوایا ہمارے دین وایمانین

چلایا غیر کی جانب تو مین ہی ہوگیا زخمی / یہ وہ ہرا توڑ کیسا ہے تمہارے تیر مژگانین

وہی وہ ہین اونہین کی حرکتین ہوتی ہین سب مجھسے / بسے ہین اسطرح آکر وہ میرے جسم اور جانمین

الٰہی آگ لگجائے مری ان آرزوؤن کو / نکلتی ہی نہین ایسی سمائی ہین دل و جانمین

وفا ہین بینے ظاہر کین تو وہ جھنجلا کے یون بولے / جو تم احسان جتاتے ہو یہ کیا احسان ہے احسانمین

تری پازیب کی جھنکار کا یہ شوق ہے اتبک / ہم اپنی بیڑیان کھڑکا رہے ہین بیٹھے زندانمین

جو اسمین خاکساری ہے تو اوسمین خودنمائی ہی / تفاوت ہی تو اتنا ہے گدا مین اور سلطانمین

شگاف دلمین سی لون جس سے اپنے آپ ہی پتا / نہین ہے اتنی مضبوطی مرے تار گریبانمین

نہین ہین بیوفا بیشک بجا ہے اونکا یہ شکوہ / ذرا منہ ڈالکر دیکھین تو وہ اپنے گریبانمین

کھلے ہمکو بھی تقوی کی حقیقت حضرت زاہد / قدم رنجہ کبھی فرمائیے تو بزم رندانمین

نہین تیرے سخن مین بات ایسی اتبک اے مضطر
بٹھائے جس سے کوئی تجھکو بھی بزم سخندانمین

خدا سے ہاتو نکو اپنے وہ لال کرتے ہین / اسی بہانے سے ہمکو حلال کرتے ہین

بتونکو واقعی اس فن مین سچا دعوی ہی / کہ دیکے لینے مین ظالم کمال کرتے ہین

حیا و شرم کا اونکی کوئی ٹھکانا ہے
شب وصال بہی عذر وصال کرتے ہین

ہزار گالیان دیتا ہے ہمکو وہ بدخو
کبہی جو بوسے کا اوس سے سوال کرتی ہین

سُنا ہے در پہ محمدؐ کے جائے جو مضطر
عطا سے اپنی اوسے وہ نہال کرتے ہین

سُنکے دشمن کی بدی مجھسے بدلجاتے ہین
اونکی پیشانی سے پہرون کہین بلجاتے ہین

آنکھونکی راہ سے فرقت مین مرے لخت جگر
اشک بن بنکے مرے بیجان نکلجاتے ہین

حشر کے وعدہ پہ یہ بات مجھے دیکھنی ہے
اس پہ بہی رہتے ہین قایم کہ بدلجاتے ہین

قیدیونکا ترے کچھ ڈہنگ نرالا دیکھا
بیڑیان توڑ کے زندان سے نکلجاتی ہین

وصل کے وعدہ پہ ہم آپسے راضی ہونگے
ہونگے وہ اور جو باتو نمین بہلجاتے ہین

دیکھہ قاتل مین پُر ارمان چلا دنیا سے
جیتے جی لوگونکے ارمان نکلجاتے ہین

یہ بہی احسان ہے مجہپر جو تصوّر بن کر
آکے وہ سامنے آنکھونکے ٹہلجاتے ہین

دم عیسیٰ سے بگڑتے ہین مریض اُلفت
اور بیمار سنبہالے سے سنبہل جاتے ہین

لاکھہ ہشیار ہو آجاتا ہے اونکے چُھل مین
چال وہ ایسی نئے ڈہنگ سے چلجاتے ہین

امتحان دینے کی ٹہری ہے عدو کی اپنی
کون ہو پاس وہان دیکھیئے۔ کلجاتے ہین

تیرہ بختی مین کسی کا نہین دیتا کوئی ساتھہ
اقربا دوست سب اوسوقت بدلجاتے ہین

دیکھکر پاس مرے اوس بت شعلہ رو کو
آتش رشک سے دشمن مرے جلجاتے ہین

حضرت شیخ کا پیری مین بہی بچپن نہ گیا
دیکھتے ہی وہ حسینون کے مچلجاتے ہین

ہے فقیری مین امیرانہ دماغ مضطر
رسّی جلجاتی ہے لیکن کہین بلجاتے ہین

جو پہلے ہمین رخ دکہاے ہوے ہین
وہ اب کس لیے منہ چھپاے ہوے ہین

وہ نظرون سے سب کی بچاے ہوے ہین
جو ہاتون سے سینہ چھپاے ہوے ہین

جو ہستی کو اپنی مٹاے ہوے ہین
خدا سے وہی لو لگاے ہوے ہین

محبت مین صدمہ اوٹھاے ہوے ہین
بہت داغ ہم دلپہ کہاے ہوے ہین

وہ میت پہ آکر مری ہنس کے بولے
عبث آپ دم کو چراے ہوے ہین

نہین یہ خبر کس کی مشکل ہو آسان
وہان سیکڑون سر جھکاے ہوے ہین

وطن نے ہمین چھوڑا ہم نے وطن کو
کہ غربت مین مدت سے آے ہوے ہین

کوئی کارگر اوس پہ افسون نہ ہوگا
وہ پیر فلک کے پڑہاے ہوے ہین

تنفر تہا جنکو وہ اے تیری قدرت
مرے گہر مین مہمان آے ہوے ہین

فسانہ مرا سن کے وہ شوخ بولا
یہ قصے تو پہلے سناے ہوے ہین

نہ آئین وہ پروا نہین ہمکو مضطر

تصور مین نقشہ جمائے ہوئے ہین

غم مین یہ سچ ہے کہ فریاد کیا کرتے ہین
ضبط بہی اے دلِ ناشاد کیا کرتے ہین

شکوۂ جور پہ وہ کہتے ہین چاہو نہ ہمین
ہم تو عُشاق کو برباد کیا کرتے ہین

مرا مجنون مرا دیوانہ مرا شیدائی -
وہ مجہے پیار مین ارشاد کیا کرتے ہین

وہ تو آتے نہین ہان سیکڑون ارمان آکر
اوجڑے دلکو مرے آباد کیا کرتے ہین

جو زمانہ تہا برا اونکے ستم کا مضطر
اوسکو بہی ہائے ہم اب یاد کیا کرتے ہین

ہمہ تن آرزو و شوق و تمنا ہون مین
دلِ مشتاق ہون مین دیدۂ شیدا ہون مین

رشکِ اغیار مجہے ہے تو تجہے کیا ہمدم
میری تقدیر مین جلنا ہے تو جلتا ہون مین

ذکر حورانِ جنان مجہسے نہ چہیڑ اے واعظ
مدعی گہات تری خوب سمجہتا ہون مین

مین کرون آپکو رسوائے جہان - خیر تو ہے
توبہ توبہ یہ خیال آپ کو - ایسا ہون مین

تیرے کوچہ مین پڑے رہنکی ہو کچہ تو سبیل
کاش اغیار رہی کا نقشِ کفِ پا ہون مین

آشنا بحرِ محبت سے نکالین تو سہی
لے ہی ڈوبون انہین وہ ڈوبنے والا ہون مین

نظیرِ اہلِ نظر میرے سخن پر مضطر -
کیون نہ ہو دیکہنے والا ہی تو کسکا ہون مین

اِس لئے ہم بہی سرِ شام سے چلے آئے ہین
پا کے موقع وہ لبِ بام سے چلے آتے ہین

چہیڑنے کو مرے وہ رشکِ قمر کہتا ہے
غیر کے نامہ و پیغام سے چلے آتے ہین

چشمِ الفت نہ سہی چشمِ مروت ہی سہی
سوچکر کچھ تو وہ انجام سے چلے آتے ہین

اونکا دیدار کسیکو کبہی ہوتا ہوگا
ہم تو ناکام کے ناکام چلے آتے ہین

خط مرا دیکھ کے وہ بولے الٰہی توبہ
خط پہ خط روز مرے نام چلے آتے ہین

آج اغیار بہی اوس بزم سے اے حضرتِ دل
شکر صد شکر کہ ناکام سے چلے آتے ہین

مہربانی بہی ہے اونکی تو شرارت آمیز
خط مین لکھتے مجھے دشنام چلے آتے ہین

آج مضطر ترے اوستاد کی وہ غزلت ہے
ہر جگہ سے اونہین انعام چلے آتے ہین

ذکرِ دشمن سے تم خفا تو نہین
تم کو اس بات کا گلا تو نہین

ظلم پر ظلم شوق سے نہ کرو
مین ہون مین کوئی دوسرا تو نہین

تم مسیحا ہوئے تو کیا حاصل
کچھ مرض کی مرے دوا تو نہین

کیون اسے خاک مین ملاتے ہو
نامہ بر میرا مدعا تو نہین

آج چپ چاپ کیون ہو سچ کہدو
کچھ کسی نے کہا سنا تو نہین

مارتے ہین کبہی جلاتے ہین
اور پہر بت ہین یہ خدا تو نہین

صاف فرمائے خدا کے لئے
آپ مضطر سے اب خفا تو نہین

آدمیت گر نہین انسان مین
فرق کچھ باقی نہین حیوان مین

دل لگانے کی سزا دیجے مجھے
آئے جو کچھ آپکے ایمان مین

کیون بگڑتے ہو مری جان بے سبب
مجھسے گستاخی ہوئی کیا شان مین

بوسہ لینے کی قسم لے لیجئے
عرض کچھ کرنا ہے مجھکو کان مین

لغو گوئی کے سوا مضطر بتا
خاک بہتر ہے ترے دیوان مین

پوچھا جب زاہد نے کیا ہے آج مضطر ہاتھ مین
دیدیا جھٹ مین نے شیشہ اور ساغر ہاتھ مین

تیرا دیوانہ جہان جاتا ہے سب چھوٹے بڑے
اوسکے پیچھے بھاگتے ہین لیکے پتھر ہاتھ مین

مین ہون وہ گم گشتہ رہ ہو رہبری میری محال
لیکے مشعل بھی چلین گر خضر رہبر ہاتھ مین

اوسکے قبضے سے جو نکلا دل تو اوسنے یہ کہا
کیا رقم جاتی رہی افسوس آکر ہاتھ مین

لوٹ کیون ہو اسقدر میرے دل سوزان پہ تم
دیدہ دانستہ کیون لیتے ہو اخگر ہاتھ مین

مجھسے کہتی ہین جوانی کی امنگین بار بار
ہر گھڑی پہلو مین وہ ہو اور ساغر ہاتھ مین

کیون نہ ہو امید بخشش پھر ہمین روز جزا

نہ کہیں گے نا نا ہمارا ہاتھ مضطر ہاتھ ہین

وہ زلفونکو اپنی جو سلجہا رہے ہین
مرے دلکو اولجہا کے تڑپا رہے ہین

مجھے خونِ ناحق کا کیا غم ہو ہمدم
وہ خود اپنی حرکت پہ پچھتا رہے ہین

نہ کیون ہر قدم پر لٹین دل ہزارون
وہ کس ناز و انداز سے آرہے ہین

کرین کیا شکایت ہم اونکے ستم کی
کہ اپنے کئے کی سزا پا رہے ہین

بہلا کیا خطا ہو گئی ایسی ہم سے
ہمین چھوڑ کر آپ کیون جا رہے ہین

بتون کی محبت سے باز آؤ مضطر
بہت دیر سے تمکو سمجہا رہے ہین

وہ تصور مین بہی گر شکل دکہا دیتے ہین
مردم دیدۂ دل آنکھون مین جا دیتے ہین

پوچھتا ہے کوئی اون سے جو ٹہکانا میرا
میرے مرقد کو وہ انگلی سے بتا دیتے ہین

اپنی محفل مین جگہ دیتے ہین وہ دشمن کو
ہم اگر در پہ بہی بیٹہین تو اوٹہا دیتے ہین

بات کرنیکا جو موقع نہین ملتا ہے اونہین
اپنی پازیب کی جھنکار سنا دیتے ہین

اک نہ اک چھیڑ نئی ہم سے چلی جاتی ہے
بیٹھے بیٹھے وہ نیا فتنہ اوٹہا دیتے ہین

اونکے کوچہ مین نہ بہولے سے بہی جانا مضطر
کہ وہ دل چھین کے آنکی سزا دیتے ہین

یہ شغل ہے شریفون کا اِس زمانے مین
قمار خانے مین ہین یا شراب خانے مین

جو اونکے چاند سے مکھڑے کی کھینچ دی تصویر
ہم اپنی جان اوسے دینگے مختانے مین

آلٰہی ایسے ہی شیر و شکر رہین تا زیست
نہ فرق آئے مرے اونکے دوستانے مین

یہ فیضِ پیرِ مغان ہے کہ آج زاہد بھی
گیا ہے گھر سے خدا کے شراب خانے مین

زکواۃِ حُسن جو دیتے رہو فقیرون کو
کمی نہ آئے کبھی حُسن کے خزانے مین

کہان ہماری یہ تقدیر ہے کہان یہ نصیب
جو آپ آئین ہمارے غریب خانے مین

ہمارے دلپہ مصیبت بہت گذرتی ہے
کسی کے کاکلِ پیچان کے قید خانے مین

غم و الم سے کوئی دم کو ہو تو ہو فرصت
وگرنہ عیش تو عنقا ہے اِس زمانے مین

وہ جسکو چاہے گدائی دے پادشاہی دے
کسیکو دخل ہے قدرت کی کارخانے مین

گلون کے قرب مین رہنے سے باغبان جلکر
لگا دے آگ نہ بلبل کے آشیانے مین

اُتار سر سے حوالے کی شیخ نے دستار
ملا نہ مفت جو بادہ شراب خانے مین

وہ اب حکایت مجنون ذرا نہین سُنتے
کچھ ایسا لطف ملا ہے مرے فسانے مین

ہمارے دلمین بھی ہونے لگی کچھ اولجھن سی
جب اولجھی زلف پریشان کسیکی شانے مین

نگاہِ لطف ہو اسپر بھی خواجۂ اجمیر
یہ عرض کرتا ہے مضطر بھی آستانے مین

چرچہ ہمارے عشق کا ظالم کہان نہین
اپنی وفا و مہر کا کس جا بیان نہین

کب دود آہ سے مرے گردون نہان نہین
کب آسمان اور تہِ آسمان نہین

ہمدم اوڑیگی نیند مری اپنا کام کر
یہ درد و غم کا قصہ ہے کچھ داستان نہین

شرمندہ ہین نہ کیون ہون سگِ کوے یار سے
کہاے وہ کیا کہ تن مین مرے استخوان نہین

سودا زدہ نے اوسکے اوڑائی زمین کی خاک
سمجھے ہو آسمان جسے وہ آسمان نہین

کرتے ہو عاشقون کو ہر اک طرح تم اسیر
وہ پیچ کونسا ہے کہ تمکو روان نہین

مضطر ترے ستم کا نہ شکوہ کرے تو کیا
سب پر عیان ہے حال کسی سے نہان نہین

کچھ بھی تہذیب کا جوہر اگر انسا نمین نہین
فرق پہر کچھ بھی اوس انسا نمین حیوا نمین نہین

وہ پری پوش مری آنکہو نمین پہرا کرتا ہے
جسکا ثانی بخدا سارے پرستا نمین نہین

دیکھہ لیگا کوئی کسطرح یہان تمکو بھلا
گھر مین بیٹھے ہو یہ جان کسی میدا نمین نہین

دام مین پھانس لیا کیا اوسے تو نے صیاد
شور و غل آج جو بلبل کا گلستا نمین نہین

حیثیت کیا ہے جو لکھیگا صفت اوس بت کی
سر اوٹھانیکا بھی دم خامۂ سعیا نمین نہین

بے چہنی تو نہین پی آئے کہو تو ہم سے
آج کیون شیخ جی تم جامۂ انسان مین نہین

مجہکو رہ رہ کے خیال آتا ہے اسکا مضطر

قابلِ دادِ غزل کوئی بہی دیوا نہین تہین

ہم سے اب پردہ تمہین زیبا نہین	ہم نے کیا تمکو کبہی دیکہا نہین
پہر اوسی انداز سے ہنس بول لو	اور کچھ بھی مدعا دِل کا نہین
آپ میری جان کے خواہان ہون	دیدیا دل یہ بہی کچھ تہوڑا نہین
دل ہی مین پاتا ہون جلوہ یار کا	طور پر کیون جاؤن کچھ موسیٰ نہین
دہونڈ لینگے کوئی معشوق اور ہم	کچھ تجہی پر مہ جبین ٹہیکا نہین
کیا کرین کیونکر وصالِ یار ہو	زور کچھ تقدیر پر چلتا نہین
دیگئی دہوکا شبِ غم جان بھی	وقتِ بد مین کوئی بہی اپنا نہین
صورتِ نرگس ہے وہ بہی بد لحاظ	شرم کا جس آنکہہ مین پردا نہین
خاک ہے بے اوسکے لطفِ زندگی	ہے یہ جینا جانکنی جینا نہین۔

طور ہو یا آسمان ہو یا ہو عرش
کس جگہ مضطر ظہور اوس کا نہین

کس غضب کی نگہ ناز کا مارا ہون مین	کہ مسیحا بہی جو آئین تو نہ اچہا ہون مین
یاد آتا ہے جو ہم وصل کسی کا ہونا	اوسکی تصویر کو سینے سے لگاتا ہون مین
عشق بازو نہین تو مین کہتا ہون بین ہون بیمثل	حسن والو نہین وہ فرماتے ہین یکتا ہون مین

اک زمانہ تو تمہین کہتا ہے قاتل اپنا
اور تم کو ہے یہ دعویٰ کہ مسیحا ہون مین

وہ اندھیرے مین جو ڈرتے ہین یہان آنیسے
حسن کہدیتا ہے اونکا کہ اجالا ہون مین

مجھ جنونی کی نہین ایک سی حالت ہر وقت
کبھی ہنستا ہون جنون مین کبھی روتا ہون مین

دوست ہون مین دوستون کا دشمنونکا دشمن ہون مین
سیدہا سیدہون سے ہون اور ٹیڑہا ہون ٹیڑھے سے مین

سائل وصل جو ہوتا ہون کسی سی مضطر
بول اوٹھتا ہے مقدر ابھی روٹھا ہون مین

خواہش نہین اب اونکی جو ہم آرزو کرین
ملنے کی اب ہمارے وہی جستجو کرین

دشمن کو آپ لائین ذرا روبرو کرین
دو دو دو کلام اوس سے بھی ہم دوبدو کرین

بدنام عام عشق مین مجھکو عدو کرین
رسوا نہ میرے ساتھ اوہین چارسو کرین

ممکن نہین کہ تیری کمر کا پتہ چلے
گو ہم زمین سے تا بفلک جستجو کرین

دو چار جام پینے سے کیا ہوگا ساقیا
ہم بادہ نوش وہ ہین جو خالی سبو کرین

چودہ طبق زمین و فلک کے ہون جلکے خاک
ہم دل جلے کسی دن اگر منہ سے ہو کرین

تیرا اشارہ پائین تو پروانہ وار ہم
تجھپر نثار جان کو اے شمع رو کرین

ساقی تری طرح ہو اگر ہمکو اختیار
مانگے جو کوئی جام تو حاضر سبو کرین

تنگ آگئے ہین جوش جنون تیرے ہاتھ سے
ہم کبتک آخر اپنا گریبان رفو کرین

ممکن نہین کہ چہوڑ دین تجہسے حسین کو
گولا کہہ بار عہد ہم اے ماہ رد کرین

عمر اپنی آن بان سے دنیا مین کٹ گئی
کتنی رہی ہے اب جو خوشامد کی خو کرین

میخانہ وہ جگہ ہے کہ آکر جناب شیخ
اپنی خوشی سے بیعت دست سبو کرین

مضطر وہی ملیگا جو قدرت نے لکہدیا
پہر کیا غرض ہے اسکی کہ ہم جستجو کرین

مدح محبوب العاشقین

خدا کے خاص منظور نظر مشتاق احمد ہین
اودہر ساری خدائی ہے جدہر مشتاق احمد ہین

مریدان عقیدت مند کو کیا خوف محشر کا
طرفدار اور حامی اونکے گر مشتاق احمد ہین

فرشتے بہی زیارت کیلیے آئین تو زیبا ہے
خدا کے فضل سے ایسے بشر مشتاق احمد ہین

تصور مین نظر آتا ہے جلوہ ہر طرف اونکا
اودہر مشتاق احمد ہین اودہر مشتاق احمد ہین

اسی نام مبارک سے یہ پا جاتے ہین کچہ تسکین
دوائے درد دل درد جگر مشتاق احمد ہین

اونہین کی رات دن صورت پہرا کرتی ہے آنکہون مین
مرے پیش نظر آٹہون پہر مشتاق احمد ہین

نہ مرتے ہین نہ جیتے ہین یہ فرقت مین ہے حال اپنا
ہمارے حال سے کیون بیخبر مشتاق احمد ہین

وہ دن آئے خدا وندا کہ مین کہتا ہوا جاؤن
کدہر مشتاق احمد ہین کدہر مشتاق احمد ہین

خدا کے فضل سے مضطر بہی خوش قسمت ہیے یا حضرت
یہ شایق آپکا ہے آپ اگر مشتاقِ احمد ہین

ردیف واؤ

شایقِ دید نہ ہو صورتِ موسیٰ۔ دیکھو
ہر طرف دیکھنے والو وہ تجلّا دیکھو

تیغ ابرو کے تو دیکھین ہین بہت سے بسمل
خنجرِ ناز کے بسمل کا تڑپنا دیکھو

بے نقاب آکے مری قبر پہ وہ کہتے ہین
تہا بہت دید کا شوق آج مین آیا دیکھو

کس صفائی سے وہ کہتے ہین بوقتِ رخصت
کل کے آنے کا نہین کرتا ہون وعدا دیکھو

ایک بوسہ بہی نہین تم سے دیا جاتا ہے
نقد دل ہین نے دیا میرا کلیجا دیکھو

وہ تو کیا آتے کبہی خط بہی نہ آیا اون کا
میری پہوٹی ہوئی تقدیر کا لکّہا دیکھو

جب کبہی کوئی حسین سامنے آجاے نظر
پہر مرے اِس دلِ نادان کا مچلنا دیکھو

بزمِ جانان مین تو جاتے ہو مگر اے مضطر
پہر نیا آج نہ اوٹّہے کوئی فتنا دیکھو

اللہ اونکو میری خبر کچھ نہ کچھ تو ہو
نالونکا میرے دلپہ اثر کچھ نہ کچھ تو ہو

یارب ملادے یار سے یا مجہکو موت دے
اچہّا ہو یا برا ہو مگر کچھ نہ کچھ تو ہو

عہد اپنا تم نے توڑکے پہر آنکہین چار کین
نادم خطا پہ اپنی بشر کچھ نہ کچھ تو ہو

دل ہے جگر ہے جان ہے ایمان ہے اپنے پاس
انہین سے اونکے پیش نظر کچھ نہ کچھ تو ہو

مجھکو بلائین یا مرے گہر آپ آئین وہ
اے آہ تیر اون پہ اثر کچھ نہ کچھ تو ہو

کہانیکے واسطے غم عقبیٰ ہی لیکے جائین
دنیا سے ساتہہ زاد سفر کچھ نہ کچھ تو ہو

برسون سے منتظر ہے یہ مضطر جواب کا
ارشاد آج رشک قمر کچھ نہ کچھ تو ہو

کہا یہ مجھسے کہ میری طرف نہین دیکھو
سبب جو پوچھا تو بولا وہ مہ جبین دیکھو

کرو نہ اونکا گلہ کچھ بہی اے جناب دل
خدا کے واسطے سن لین نہ وہ کہین دیکھو

سنبہل کے ذبح کرو کیون ہے ایسی گہبراہٹ
لہو مین میرے نہ بہر جائے آستین دیکھو

لگاؤ منہ نہ کمینے کو ہم نہ کہتے تہے
رقیب ہو گیا گستاخ اب تمہین دیکھو

ذلیل گر وہ سمجھتے ہین تمکو اے مضطر
ضرور ہے کہ کوئی اور تم حسین دیکھو

لیکے دل آنکھہ چراتے ہو یہ کیا کرتے ہو
دل مضطر کو ستاتے ہو یہ کیا کرتے ہو

آپ سے پہلے کہین جان نہ جائے میری
اپنے جانیکی سناتے ہو یہ کیا کرتے ہو

چال ایسی نہ چلو جس سے قیامت پس جائے
سوتے مردون کو جگاتے ہو یہ کیا کرتے ہو

آج تک مجھکو جھلک بھی نہ دکھائی اپنی / غیر کے سامنے آتے ہو یہ کیا کرتے ہو

وصل مین مین نے جو چھیڑا تو وہ بولے مضطر
واہ وا ہمکو ستاتے ہو یہ کیا کرتے ہو

قتل کرتا ہے تو اب کس لیئے قاتل مجھکو / کرچکی تیغ ادا پہلے ہی بسمل مجھکو

اپنے قاتل کا مین کس شکل سے احسان بہولون / کرلیا اپنے شہیدون مین ہے داخل مجھکو

صحبتِ غیر سے اتنی بھی نہ پائی فرصت / کبھی نامہ بھی نہ بھیجا بتِ غافل مجھکو

خنجرِ ناز سے اک وار مین کر کام تمام / اب نہ تڑپا تو زیادہ مرے قاتل مجھکو

واہ رے فیض رہی فکرِ دو عالم نہ ذرا / حضرتِ عشق سے مرشدِ کامل مجھکو

قاتلِ خلق ہے وہ اور ستم تو دیکھو / ہے یہ تاکید کہے کوئی نہ قاتل مجھکو

نقد دل نذر کیا پاکے اشارہ ادن کا
مضطراب کہتے ہین سب حضرت بیدل مجھکو

اگر اچھی مری تقدیر نہین ہے تو نہ ہو / تو ہی میرا بتِ بے پیر نہین ہے تو نہ ہو

آپکی مہر تو ہے وعدہ کے خط پر صاحب / آپکے ہاتھ کی تحریر نہین ہے تو نہ ہو

خنجرِ ناز سے وہ قتل کرینگے مجھکو / ہاتھ مین اونکے جو شمشیر نہین ہے تو نہ ہو

کسطرح جاؤن کہین زلف کا قیدی ہوکر / پاؤن مین گر مرے زنجیر نہین ہے تو نہ ہو

خود وہ موجود ہین جب میرے تصور مین یہان
پہر مرے پاس جو تصویر نہین ہی تو نہ ہو

خوابمین سینے سے لپٹا ہی چکا ہون اونکو
ظاہری خواب کی تعبیر نہین ہے تو نہ ہو

گاؤن شاہی جو عطیہ ہین وہی کافی ہین
اور مضطر کوئی جاگیر نہین ہے تو نہ ہو

مفلس غریب بندہ پرور دگار ہو
لیکن نہ مجھسا کوئی زمانے مین خوار ہو

ہمدرد کوئی ہو نہ کوئی غمگسار ہو
گہر کیون نہ مجھکو قبر شب انتظار ہو

جب مینے ہجر یار مین رو رو کی جاندی
شمع مزار کیون نہ مری اشکبار ہو

یہ بہی کوئی طریق بہلا دوستی کا ہے
جو ہو عدو ہمارا وہی تیرا یار ہو

تیرا سلوک یاد دلاؤن مین تجھکو کیا
اپنی خطا پہ آپ ہی تو شرمسار ہو

یہ کہہ رہا ہے چرخ زمین سے جھکا ہوا
مین سر پہ اوسکے صدقہ تو پا پر نثار ہو

پہلی سی بات دل کے دکھانے پہ اب کہان
گو دوستی ہماری تمہاری ہزار ہو

مشت غبار میرا اٹھانے سے تو لگا
لیجا صبا اوڑا کے جہان کوئے یار ہو

مضطر اک اور بہی ہو غزل اس زمین مین
لیکن وہ اس غزل سے ذرا زور دار ہو

جب ہے مزا جوانی کا ابر بہار ہو
مضطر ہو دور جام ہو اور بزم یار ہو

جنبش میں وان جو ابروے خمدار یار ہو
یان دلکے ٹکڑے ٹکڑے ہون سینہ فگار ہو

جسنے کسی کو تو نہ کہا اور نہ تو سُنا
اوسکو تمہاری بات کی کیونکر سہار ہو

اے شمع رو دکہادے اگر رُخ نقاب سے
پروانہ وار تجہپہ زمانہ نثار ہو

یہ بہی خدا کی شان ہے ہم جن پہ جان دین
وہ ہم سے پوچہتے ہین کہ کیون اشکبار ہو

ٹہنڈی ہوا ہرا بہری باغ و بہار ہے
ساقی نہین تو پہر مجہے کیونکر قرار ہو

جیسا کہ تیرے عشق مین مین ہو گیا ہون خوار
اللہ کرے کہ اس سے سوا تو بہی خوار ہو

جب ہی مزا وہ روتے ہون میت پہ غیر کی
ہم ہنس کے پوچہین اون سے کیون اشکبار ہو

ممکن نہین کہ گیسوے مشکین کی قید سے
بندہ نواز آپ کا قیدی فرار ہو

دل سے دعا یہی مری لیل و نہار ہے
بندہ کے بس مین بندہ نہ پروردگار ہو

مضطر تو سادہ گو ہے کرے کیا غزل پہ فخر
زیبا یہ بات اوسے ہے جو مضمون نگار ہو

دیا عشق اوسنے مجہکو حُسن بخشا روے جانانکو
کوئی کیا سمجہے کیا جانے کوئی اس راز پنہان کو

تمہین ملنا نہین منظور تو اسمین بہی ہم خوش ہین
بلا لو اپنی حسرت کو بلا لو اپنے ارمان کو

زمین پر جسقدر اچہی بُری چیزین بنائین ہین
کیا ہے مالک و مختار سبکا اوسنے انسان کو

یہ حسرت کہہ رہی ہے اے مسیحا اب بہی تو آجا
اجل لینے کو آئی ہے ترے بیمار ہجران کو

تمہین یہ بے رخی ہر شخص سے کرنی نہین زیبا
ذرا تو پاس کرنا چاہیے انسانکا انسان کو

حکومت قیس اور فرہاد کی مطلق نہین باقی
لیا قبضہ مین جب سے تیرے وحشی نے بیابان کو

کہو پہر زیست کا اوسکی کوئی دنیا مین چارہ ہی
نہ مضطر کو بلاؤ تم نہ خود جا کر کبہی جہانکو

مری میت پہ آجانا دکہانا تہا یہ عالم کو
نہ وہ رونے کو آئے تہے نہ وہ آئے تہے ماتم کو

زمانہ سا نہ اپنے عشق کا جہگڑا لگاتا ہے
بہٹکنے ہی نہین دیتے یہان تو پاس اس غم کو

ہمیشہ عشق مین ماتم کدہ رہتا ہے گہر میرا
بدل لیتا ہون گیارہ ماہ سے ماہ محرم کو

وہی اونکو بہی بعد مرگ ہم جیسا کفن ہوگا
پہنکر فخر کرتے ہین جو بانکخاب و شبنم کو

خدا رکہے انہین وہ تو حیا کے ایک پتلے ہین
نہین ممکن کہ آنچل بہی دکہائین غیر محرم کو

فرشتون کو بہی وہ ہرگز میسر ہو نہین سکتا
خدا نے مرتبہ بخشا ہے جو فرزند آدم کو

اونہین کچہ غم نہین جو لاشریک اوسکو سمجہتے ہین
بہرینگا مشرکون سے وہ تو اے مضطر جہنم کو

ردیف ہائے ہوز

نعت سرور کاینات

اوجالا نورِ وحدت کا بڑہا دو یارسول اللہ
یہ تاریکی مرے دل سے مٹا دو یارسول اللہ

مرے اوجڑے ہوئے دلکو خدا کیواسطے جلدی
بسا دو یارسول اللہ بسا دو یارسول اللہ

یہ رہی ہے سیم و زر نظروں مین میری ہیچ ہو جائے
مجھے وہ گنجِ عرفان تم دکہا دو یارسول اللہ

مسافر ہو نمین گم گشتہ کوئی رہبر نہین ملتا
مجھے تم راہ وحدت کی بتا دو یارسول اللہ

ترستا ہے درِ اقدس پہ حاضر ہونیکو مضطر
بلاتے کیون نہین اوسکو بتا دو یارسول اللہ

مدح حضرت خواجہ اجمیر

دکہا دو شکلِ نورانی مرے خواجہ مرے خواجہ
بحق شاہ جیلانی مرے خواجہ مرے خواجہ

تمہارا در ہے ایسا جسپہ ہر دم بادب ہوکر
ملک کرتے ہین دربانی مرے خواجہ مرے خواجہ

بلا کر اپنے روضہ مین دکہا دیجے رُخِ انور
فروغِ ماہِ کنعانی مرے خواجہ مرے خواجہ

غضب ہے آکے اِس در پہ اگر محروم مین جاؤن
یہ ہے دربارِ سلطانی مرے خواجہ مرے خواجہ

ہوا و حرصِ دنیا سے چھوڑا دیجے مجھے جلدی
کہ ہے دلکو پریشانی مرے خواجہ مرے خواجہ

خدا نے وہ دیا رتبہ کوئی مشرق سے مغرب تک
نہین ہے آپکا ثانی مرے خواجہ مرے خواجہ

سگِ درآپکا مضطر کہان سے وہ زبان لائے

کرے جس سے ثنا خوانی مرے خواجہ مرے خواجہ

مدح شاہِ دکن خلد اللہ ملکہ و سلطنتہٗ

وظیفہ ہے یہی ہر دم ہمارا شاہِ آصفجاہ
پہلا پہولا رہے گلشن تمہارا شاہِ آصفجاہ

جدہر سُنئے رعیت فخر سے یہ بات کہتی ہے
ہمارا ہے ہمارا ہے ہمارا شاہِ آصفجاہ

ابہی ہوتی ہے کشتی پار اپنی بحرِ غربت سے
ذرا دیدیجئے اسکو سہارا شاہِ آصفجاہ

برآمد تہی سواری ساتہہ پیارے شاہزادون کے
نظارہ ہوگیا ہمکو تمہارا شاہِ آصفجاہ

غرض کیا ہے کرین کیون ذکر حاتم کی سخاوت کا
کہ جب موجود ہے حاتم ہمارا شاہِ آصفجاہ

نگاہِ مہر سے جب کردیا عالم کو مستغنی
مری جانب بہی ہوجائے اشارا شاہِ آصفجاہ

محبت کا تمہاری جسکے دلمین جمگیا سکہ
بنا بے دام وہ بندہ تمہارا شاہِ آصفجاہ

تصدق ہوکے قدمون پہ یہی اقبال کہتا ہے
تمہارا ہون تمہارا ہون تمہارا شاہِ آصفجاہ

امام الاولیا کا کیون نہ ہو سایہ بہلا اوس پر
کہ ہے شاہِ ولایت کا وہ پیارا شاہِ آصفجاہ

تری سرکار مین جو عدل اور انصاف دیکہا ہے
قلم وہ لکہہ نہین سکتا ہمارا شاہِ آصفجاہ

نظام الملک محبوب علیخان جنکو کہتے ہین
ادنہین کا ہے لقب مضطر یہ پیارا شاہِ آصفجاہ

اوٹھالین گے وہ اب ہمسے حجاب آہستہ آہستہ
میسر ہوگا اونکے ساتھ خواب آہستہ آہستہ

مین کل شب بوسہ لیتا تہا تو وہ جلدی سے ہنسکر
لگا لیتے تہے بوسونکا حساب آہستہ آہستہ

ذرا جانے تو دو خوش دشمنونکو اوسکے کوچہ مین
وہ واپس آئینگے ناکامیاب آہستہ آہستہ

سر محفل مین چپکے سے سوال وصل کرتا تہا
وہ مجہکو دیتے جاتے تہے جواب آہستہ آہستہ

خفا جب مجہپہ ہوتے ہو تو آتا ہے غضب کیا
عدو پر گر کبھی ہو تو عتاب آہستہ آہستہ

ابہی سے خون ناحق پر کمر جب تمنے باندہی ہی
زمانہ دیگا قاتل کا خطاب آہستہ آہستہ

اوسی صورت محبت اونکی کم ہوتی گئی ہمکو
گیا جسطرح سے اونکا شباب آہستہ آہستہ

نہین پیتا نہین پیتا یہ کہہ کہہ کر ہی اے زاہد
چڑہالی خم کے خم تونے شراب آہستہ آہستہ

سوا اسکے نہ کچھ حاصل ہوا تیری محبت مین
کہ **مضطر** کا ہوا خانہ خراب آہستہ آہستہ

مجہے جب ہوئی اون سے الفت زیادہ
ادہین ہوگئی مجہسے نفرت زیادہ

خدا ہی بچائے تو بچ جائے شاید
ہے بیمار کو تیرے غفلت زیادہ

نہین کچھ بڑی بات یہ تیرے نزدیک
نہ کر ایک بوسہ پہ حجت زیادہ

تصدق کیا نقد دل جب سے ہم نے
ہوئی حسن کی اونکے شہرت زیادہ

وہین تفرقہ چرخ بدخو نے ڈالا
کہین دو مین دیکھی جو الفت زیادہ

فقیروں کو بھی ایک بوسہ عطا ہو۔ کرے گا خدا حسن دولت زیادہ

ڈریں کیوں خطاؤں پہ ہم اپنی مضطر
گناہوں سے ہے اوسکی رحمت زیادہ

ہے مجھکو اون کے خال پہ اختر کا اشتباہ
دندان پہ اونکے ہے مجھے گوہر کا اشتباہ

جب چودھویں کے چاند پہ میری نظر پڑی
اکثر ہوا ہے اوس پہ انور کا اشتباہ

تھرا گیا ہیں دیکھہ کے ابروئے یار کو
واللہ مجھکو ہو گیا خنجر کا اشتباہ

رو رو کے ہم نے پل میں وہ دریا بہادیا
جس پہ ہوا ہے اون کو سمندر کا اشتباہ

اچھا کلام ہے نہ کچھ اچھی زبان ہے
مضطر پہ کس طرح ہو سخنور کا اشتباہ

ردیف یائے تحتانی

مدح حضرت صابر کلیری

تم ہو بزم چشت کے سلطان صابر کلیری
اور ہو گنج شکر کے جان صابر کلیری

رات دن قبر مبارک پہ نہایت شوق سے
ہوتے ہیں آکر ملک قربان صابر کلیری

آپ کا مہر ولایت جبکہ طالع ہو گیا
لائے اوسدم تیرہ دل ایمان صابر کلیری

سیکڑون شاہ و گدا آتے ہین در پر باغرض
کی خدا نے آپکی وہ شان صابر کلیری

خاندانِ چشتیہ اور خاندانِ قادری
آپ پر سو جان سے ہین قربان صابر کلیری

ناخنِ لطف و کرم سے آپکے نکلیگا یہہ
غم کا میرے دلمین ہے پیکان صابر کلیری

آپ مخدوم زمان ہین اے علاؤالدین ولی
سب ہین خادم آپکے ہر آن صابر کلیری

غیر ممکن تھا جو مضطر آپکی کرتا ثنا
آپ کا ہی فیض ہے سلطان صابر کلیری

غضب شوخی ہے چشم فتنہ زا کی
حیدہر دیکھا ادہر آفت بپا کی

تمہین سچے سہی لو اب تو خوش ہو
جفا ہان ہم نے کی تم نے وفا کی

مرا پیغام لیجاتے وہان تک
رسائی ہو اگر بادِ صبا کی

بنا دے اپنا مستانہ بنا دے
سنگہا دے بو مجھے زلفِ دوتا کی

تم اب ہر شخص سے ہو بے تکلف
حیا و شرم جو پہلے تھی کیا کی

اثر جس کا نہ ہو دلبر تبون کے
جو ایسی آہ ہم نے کی تو کیا کی

لیا کر چٹکیان اب دلمین بیٹھا
تجھے جا دلمین دی ہم نے خطا کی

مرے نازون کے پالے دل کو لیکر

دغا کی اوس نے اے مضطر دغا کی

سنتا ہی نہین وہ بُتِ بے پیر ہماری
کیا ہو گئی وہ آہ کی تاثیر ہماری

سیدہی نہین پڑتی کوئی تدبیر ہماری
برگشتہ ہے کچھ اندنون تقدیر ہماری

ہم قیدیون کے نالون سے ہے شورِ قیامت
گردون کو ہلا دیتی ہے زنجیر ہماری

باتون مین پری زادون کو کرتے ہین مسخر
جادو کا اثر رکھتی ہے تقریر ہماری

کس جرم پہ دیتا ہے نئے رنج شب و روز
تقصیر ہے کیا اے فلکِ پیر ہماری

اپنا تو ارادہ اوسی کوچہ کا ہے مضطر
لے جائے کہان دیکھیے تقدیر ہماری

تیرے پر تو سے قمر کی شکل نورانی ہوئی
شک نہین اسمین ذرا یہ بات ربانی ہوئی

زلف بکھری دیکھکر دل کو پریشانی ہوئی
آئینہ رو کو جو دیکھا مجھکو حیرانی ہوئی

تو نہ ہوتا تو یہ بربادی نہ ہوتی آج کو
تیرے ہاتون عشق میری خانہ ویرانی ہوئی

شبکو وہ آئے مگر نکلی نہ امیدِ وصال
داستان کمبخت میری ایسی طولانی ہوئی

تجھکو دعوی تہا بہت نقشہ نہ اونکا کہچ سکا
آج شیخی کرکری سب تیری اے مانی ہوئی

شکر یہ کیونکر ادا ہو کام جتنے تہے مرے
سب بگڑ کر بن گئے وہ شانِ رحمانی ہوئی

لو مبارک ہو تمہین مضطر دوبارہ گھر بسا

لوگ کہتے تھے تمہاری خانہ ویرانی ہوئی

کسی کی جستجو سارے زمانے مین پھرا لائی
مگر کچھ بھی نہ دیکھا جسنے وہ سب کچھ دکھا لائی

جوانی نازنینون کے لئے ناز و ادا لائی
ہمارے واسطے لائی تو پیغام قضا لائی

گھلا جاتا ہون اس غم مین کہ خط سے خبر اوسکی
نہ کچھ پیغام بر لایا نہ کچھ باد صبا لائی

نہین آیا وہ میرے گھر مگر اتنا تو سر مرقد
محبت میری اوسکو کھینچ کر بعد فنا لائی

چھٹی ہستی کی پستی عالم بالا پر آ پہونچا
کہان تھا مین کہان مجھکو تلاش دلربا لائی

شب وعدہ ہماری حسرتون کا خون کر ڈالا
نئی رنگت تمہارے پائے نازک کی حنا لائی

مرا قاتل کا مقتل مین رہا جھگڑا یہ وقت قتل
وہ کہتا تھا قضا لائی مین کہتا تھا ادا لائی

مرے گھر جو ابھین آتے ہوئے بھی شرم آتی تھی
تجھے بزم عدو مین کس طرح تیری حیا لائی

کبھی قاتل نے مجھکو جھوٹے منہ سے بھی نہین پوچھا
تمنائے شہادت سوئے مقتل بارہا لائی

یہان آنا تو کیا وہ نام تک پہلے نہ لیتے تھے
مری آہ رسا کچھ آج رستے پر لگا لائی

سمجھکر روز محشر خفتگان خاک اٹھ بیٹھے
قیامت کو بھی تیری چال ٹھکرا کر جگا لائی

نہ آئے تھے ابھی تک ہم کسی کے داؤ مین **مضطر**
مگر لائی تو اپنے پیچ مین زلف دوتا لائی

دل دکھائے گی دل لگی دل کی
مجھکو رلوائے گی ہنسی دل کی

نہ چلی آج تک نسیم بہار / یونہیں مرجھا گئی کلی دل کی
رونا آتا ہے حال پر اپنے / دیکھکر مجکو بیکسی دل کی
دام کاکل مین پہانس کر او سننے / پہر کسی دن خبر نہ لی دل کی
نہ کسی کی سُنی محبت مین / ہائے کیون ہم نے کی خوشی دلکی

عشق بازی مین تم نے اے مضطر
اچھی مٹی خراب کی دل کی

مجکو برباد کئے دیتی ہے الفت تیری / سامنے میرے رہا کرتی ہے صورت تیری
نازو انداز و ادا حسن و نزاکت تیری / ہو مبارک تجھے یہ دولت و حشمت تیری
وقت مردن میرے بولا وہ ستمگر ہنسکر / جلد رخصت ہو کہ پوری ہوئی رخصت تیری
ظلم جو چاہے تو کر ہو نہ مگر مجھ سے جدا / کہ گوارا نہین ہرگز مجھے فرقت تیری
دیکھے دل پڑ گئے اب جان کے لالے مجھکو / کیا دکھائیگی خدا جانے محبت تیری
دادرس تیرے سوا کون ہے میرا ظالم / مین کہان جاؤن بھلا لیکے شکایت تیری
واعظ اک بات بھی بیچارون کی مطلب کی نہین / کون سنتا ہے بھلا ایسی نصیحت تیری

پھر تو آجائے مزا خلد کا مضطر تجھکو
کوچۂ یار مین بن جائے جو تربت تیری

کیا دکھائے گی خدا جانے یہ قسمت میری
دن بدن غیر ہوئی جاتی ہے حالت میری

مجھسے ملنے کو جو آئی شب عشرت میری
رشک سے پاس نہ پھٹکی شب فرقت میری

وعدہ مجھسے ہے چلے جائین نہ وہ غیر کے گھر
کشش عشق ترے ہاتھ ہے عزت میری

سوتے ہین وہ انھین کسطرح سے بیدار کرون
دل مشتاق نہین بڑتی ہے ہمت میری

آپ کا کشتہ ہے گر آپ جلائین تو جئے
اُس سے کہتی ہے مرے بعد یہ حسرت میری

کوئی دیوانہ ہے مدفون جو وحشت ہی یہان
غیر سے کہتے ہین وہ دیکھکے تربت میری

گالیان سُنکے بھی مطلب کی کہے جاتا ہون
مانتی ہی نہین کمبخت طبیعت میری

لکھا جب کاتب تقدیر نے قسمت مین تو پھر
چھوڑکر مجھکو کہان جائے مصیبت میری

اور کیا چاہیئے اب اسکے سوا اے قاتل
تیرے ہان ہوگئی مقبول شہادت میری

جب کہا تم نہین آتے تو تصور مین تو ہو
ہنس کے فرمایا کہ یہ بھی ہے عنایت میری

ہار یہ میرے گلے کا جو ہوئی ہے مضطر
جان کیا اے کے ٹلیگی شب فرقت میری

اسکی ہی ہے کیون صبا تو آج اترائی ہوئی
دیکھ لی ہے کیا کسی کی چال اٹھلائی ہوئی

ہوگیا موجود آکر آرزو دن کا ہجوم کو
وصل کی شب کیا ہماری اونکی تنہائی ہوئی

ساقیا دے مجھکو جلدی آج تو بھر بھر کے جام
پڑرہی ہین بوندیان بھی ہے گھٹا چھائی ہوئی

ایک مدت خوب حسن و عشق کے چرچے رہے
سارے عالم مین ہماری اونکی رسوائی ہوئی

فیصلہ کردو ہمارا۔ دیکھ لو اچھی طرح
نیم لبسمل کر رہی ہے آنکھہ شرمائی ہوئی

پوچھتا ہے مسکرا کر میری میت پر وہ شوخ
نعش کیا مضطر کی رکھی ہے یہ کفنائی ہوئی

کہان گئے تہے ذرا دلربا کہو تو سہی
کہان گئی وہ تمہاری حیا کہو تو سہی

اٹھائی ہمنے ہے کیسی جفا کہو تو سہی
عدو کا منہ ہے اٹھائے بہلا کہو تو سہی

تپ فراق سے کسطرح ہو مریض اچھا
سوا وصال کے کچھ ہے دوا کہو تو سہی

نہین ہوئی ہے اگر ہاتہا پائی غیر سے
تو ٹکڑے ٹکڑے ہوئی کیون قبا کہو تو سہی

وہ بولے مانو نہ مانو یہ فعل ہے میرا
تم اپنا آج دلی مدعا کہو تو سہی

ہماری حسرت دل پوچھکر خموش ہو کیون
جواب مین بہی کچھ اچھا برا کہو تو سہی

ستم گرون کی گلی مین جو آئے ہو مضطر
تم اپنی جان کے دشمن ہو کیا کہو تو سہی

پلا آج بہر بہر کے پیمانہ ساقی
رہے تیرا آباد میخانہ ساقی

نہ سن میرا اللہ افسانہ ساقی
کہین تو نہ ہو جائے دیوانہ ساقی

بتون مین بہی تہا جلوۂ حق نمایان
جو دیکہا تہا کل سوئے بتخانہ ساقی

پلا آج وہ جام توحید مجھکو
رہون عمر بہر جس سے مستانہ ساقی
جو دنیا ہے دیدے کوئی جام جلدی
خدا کے لئے مجھکو ترسانہ ساقی

زمانہ تو مضطر کو کہتا ہے زاہد
مگر ہے کلام اوس کا رندانہ ساقی

مئے عرفان سے ذرا آج چہکا دے ساقی
مست ولا یعقل و بیہوش بنا دے ساقی
تند وہ جام پہ جام آج پلا دے ساقی
شاد ہو کر تجھے دل میرا دعا دے ساقی
کل اگر بوند بہی مانگین تو ترے مجرم ہین
آج ہم جتنی پئین ہمکو پلا دے ساقی
پہر نہ بہی ہوش مین اپنے کبہی آؤن تا زیست
آج ایسا مجھے مدہوش بنا دے ساقی
جام و جام سے تسکین نہین ہوتی ہے
خم کے خم آج مرے منہ سے لگا دے ساقی
ایک پر ایک گرے چور نشے مین ہوکر
آج میخوارون کو وہ جام پلا دے ساقی

مئے تو پیتے ہوئے مضطر کو زمانہ گذرا
مئی وحدت ہو تو وہ آج پلا دے ساقی

دل گیا دل سے آہ تو نہ گئی
نہ گئی ہائے آرزو نہ گئی۔
وہ تو مدت سے ہمکو بہول چکا۔
یاد دلدار دل سے تو نہ گئی
عشق مین کب ہوا نہ مین رسوا۔
کب خبر میری چار سو نہ گئی

بے وفا وہ تو با وفا مین ہون — اون کی وہ خو یہہ میری خو نہ گئی

بات کرتے ہین مجہہ سے تو کہہ کر — اون کی یہ طرزِ گفتگو نہ گئی

ہم چلے جائینگے عدم آباد — گر شبِ ہجرِ یار تو نہ گئی تو

روز وعدے پہ سو بہانے ہین — تیری عادت یہ حیلہ جو نہ گئی

ناصحا پہر اٹرا تو رندون سے — ذلتون پر بہی تیری خو نہ گئی

وہ جدا ہوکے چلدئے مجہسے — ہان پسینہ کی اون کے بو نہ گئی

لاکہ صدمے اوٹہائے فرقت کے — دل لگانے کی اپنی خو نہ گئی

ٹپکے نکلا ہے میکدہ سے شیخ — اب بہی کیا اوسکی آبرو نہ گئی

ایک عالم مین ہم پہرے مضطر
شکر ہے طرزِ گفتگو نہ گئی

بات کہنی ہی کبہی اوس سے میسر ہوتی — کاش تقدیر مری اتنی ہی یاور ہوتی

شرع مانع جو نہوتی تو بتِ ماہ جبین — تیری تصویر مسلمانون مین گہر گہر ہوتی

دل مرا آپکے بس مین جو نہوتا صاحب — پہر طبیعت مری قابو سے نہ باہر ہوتی

جب جلانا مرا منظور تہا اونکو سرِ بزم — یاد دشمن کی مرے اونکو نہ کیونکر ہوتی

صلح کل ہوتا نہ مشرب تو ذرا ہیچ کہنا

آج عزت تمھین یہ حضرت مضطر ہوتی

ہو مفلسی بھی یاد عمارت کے سامنے
بھولے بشر نہ رنج کو راحت کے سامنے

جو بھاگتے تھے مجھسے وہی سب سے سوگ ہین
دھونی رمائے بیٹھے ہین تربت کے سامنے

اسطرح اونکے آگے مین رہتا ہون سرنگون
محتاج جیسے صاحب دولت کے سامنے

چاہین تو وہ ابھی مری بر لائین آرزو
کچھ بھی نہین ہے اونکی مروت کے سامنے

ارمان اپنے دل کے نکالون تو کس طرح
مجبور ہون مین اونکی نزاکت کے سامنے

مضطر زبان پر کبھی شکوہ نہ لائین ہم
گر ہمکو رات دن ہو قیامت کے سامنے

موہندی ملنے کا اک بہانا ہے
کسی عاشق کا خون بہانا ہے

لیکے دل صاف کر دیا انکار
اس ڈھٹائی کا کچھ ٹھکانا ہے

تم نہ چھوڑوگے غیر سے ملنا
فرض تمکو مرا جلانا ہے

بزم مین بے نقاب آتے ہین
اس قیامت کا کچھ ٹھکانا ہے

تیری الفت ہے ایک عالم کو
تیرا مشتاق اک زمانا ہے

بنے سنورے جو آج بیٹھے ہو
کیا کہین میہمان جانا ہے

ایک دم مین ہمارے ہونگے وہ
ڈیڑا انچہر فقط بڑھانا ہے

کیون نہ **مضطر** قبولِ عالم ہو
ہر غزل تیری عاشقانہ ہے

الفتِ زلف نے کسدرجہ ستا رکہا ہے
اچھا خاصہ مجھے دیوانہ بنا رکہا ہے

میرے نالون نے غضب ادریہ ڈہا رکہا ہے
کہ مرے سر پہ خدائی کو اٹھا رکہا ہے

عشق مین اوس بتِ کمسن کے ہے یہ حال مرا
خاک مین اپنی جوانی کو ملا رکہا ہے

میرے دلمین بہی مری جان رہا کرتے ہو
سامنے آنکہونکے نقشہ بہی جما رکہا ہے

دین و دنیا کا ذرا ہوش نہین ہے ہمکو
عشق کمبخت نے یہ حال بنا رکہا ہے

مثل پروانے کے عاشق کو ترے مدت سے
شمع رو آتشِ ہجران نے جلا رکہا ہے

چھوڑ دو حضرتِ دل عالم ہستی کا خیال
چندروزہ ہے یہ سب سو چلو کیا رکہا ہے

کیا غضب ہے کہ ترے دل پہ نہین کچھ بہی اثر
عرش تک آہ نے **مضطر** کی ہلا رکہا ہے

چہید ڈالے جو جگر کو تیر سے
آرزو کیا اوس بتِ بے پیر سے

ابروو مژگان دکہا کر یار نے
تیر سے مارا کبہی شمشیر سے

عشق مین عزت کا بہی رکہو دہیان کچھ
کام کر اے دل ذرا تدبیر سے

ایک بوسہ لیکے چھوڑونگا ضرور
مل گئے تنہا جو وہ تقدیر سے

پھر کے قاصد آگیا شکر خدا　　دم مین دم آیا مرے تحریر سے

مین تو زخمی ہون نگاہ یار کا　　مجھکو کب مارا کسی نے تیر سے

دیکھتا ہون خواب مضطر جب خراب
دل کو خوش کرتا ہون مین تعبیر سے

پری رویون سے منہ دیکھی محبت اچھی ہوتی ہے　　ہمیشہ دور کی صاحب سلامت اچھی ہوتی ہے

خدا دیتا نہین انسان کو حسن ظاہر و باطن　　بری ہوتی ہے سیرت جنکی صورت اچھی ہوتی ہے

جہان مین نام کے معشوق ہونے ہین بہت لیکن　　ہزارون مین کوئی ایسا آدم صورت اچھی ہوتی ہے

چمن مین پابگل ہے سرو اور آزاد ہے قمری　　مگر معشوق سے عاشق کی قسمت اچھی ہوتی ہے

تمہارے منہ سے گالی سنکے دشمن کیون برا مانے　　نہان ہو جسمین الفت وہ عداوت اچھی ہوتی ہے

سوال وصل دشمن پر جھکالی آپنے گردن　　مگر ایسے ہی موقع پر مروت اچھی ہوتی ہے

مرے پہلو سے لیکر دل کہان پھینکا کدھر کھویا　　مری جان کیا امانت مین خیانت اچھی ہوتی ہے

وہ جو اٹھوا دیتے ہین محفل سے مجھے مضطر
مری خاطر بھی غیرون کی بدولت اچھی ہوتی ہے

نہین کچھ لطف کہنے سے اگر وہ دلربا سمجھے　　مزہ جب ہے کہ صورت سے ہمارا مدعا سمجھے

تمہین انصاف سے کہدو کبھی کہنا کیا میرا　　تمہاری حیلہ سازی کو بھی ہم اب تک بجا سمجھے

زمانہ سے نرالا ڈہنگ ہے اوس بُت کی جفا کا
وفا کو وہ جفا سمجہا جفا کو ہم وفا سمجہے

مین سمجہا تہا کہ برسون تک نہوگی میری شنوائی
خدا کی شان دیکہو بے کہے وہ مدعا سمجہے

بہت اچہا ہوا سنتے ہی صاف انکار کر بیٹہے
عدو کی آرزو تہی وہ ہمارا مدعا سمجہے

ہزاروں ظلم کرکے ہوے بہانے ہوگئے ایسے
اگر دیکہے کوئی اونکو تو بیشک بیخطا سمجہے

نہ پاسِ خاندان مطلق نہ دنیا کی حیا ہے کچہ
تمہاری عشق بازی سے میان مضطر خدا سمجہے

رُکے دل کا ہم مدعا کہتے کہتے
وہ چپ ہوگئے جانے کیا کہتے کہتے

بیانی سے گوش و زبان تہک گئے ہین
مری سنتے سنتے بجا کہتے کہتے

الٰہی یہ محشر مین کیا ماجرا ہے
زبان رک گئی مدعا کہتے کہتے

تصور مین کیا غیر آیا کہ مجہسے
برا کہہ اُٹھے وہ بہلا کہتے کہتے

دوائے مریضِ محبت یہی ہے
نکل جائے دم ماجرا کہتے کہتے

زبان رُک گئی حرفِ مطلب پر آکر
الٰہی یہ کیا ہوگیا کہتے کہتے

اونہین قصۂ غم سنایا تو ہوتا
جو مضطر تجہے وہ برا کہتے کہتے

بے نقاب آج اگر تو بُتِ یکتا ہو جائے
تو خدائی کی خدائی تری شیدا ہو جائے

کونسی شکل ہے جس سے وہ بُتِ ہرجائی
چھوڑ کر سارے زمانے کو ہمارا ہو جائے

روز کے صدمے اُٹھانے سے تو ملجائے نجات
جان جاتی رہی کمبخت تو اچھا ہو جائے

ہوتے رہتے ہین یہان اوسکے ہزارون پھیرے
دل یہی کہتا ہے پھیرا یکے دو بارا ہو جائے

آپ غیرون سے ملین اور مین خاموش رہون
مجھکو کسطرح مضطر یہ گوارا ہو جائے

رازِ دل کہہ تو دیا اوسنے مگر یہ ڈر ہے
بات مین بات کوئی اور نہ پیدا ہو جائے

لاکھ سوچا کرو تدبیر مگر حضرتِ دل
یہ تو ممکن ہی نہین آپ کا چاہا ہو جائے

مجھکو یہ فکر ہے گر اوسنے نہ کچھ عرض کیا
اپنے ہاتھون نہ کہین خونِ تمنا ہو جائے

کیون قیامت پہ اُٹھا رکھتے ہو کل کا وعدہ
آج ہی کیون نہ یہ روز کا جھگڑا ہو جائے

کیون بگڑتے ہو مضطر یہان اگر مضطر نے
بد نظر سے تمہین گھورا ہو تو اندھا ہو جائے

چلدیا چھوڑ کے تنہا دلِ ناکام مجھے
اور کیا دیکھیے آئے نظر انجام مجھے

رات بھر ہجر مین دیتے رہے باہم تسکین
دلِ ناکام کو مین اور دلِ ناکام مجھے

وہ چشمک دلمین اُٹھی ہے کہ الٰہی توبہ
غیر ممکن ہے اب اِس درد سے آرام مجھے

عمر گذری کہ ہوا قطع تعلق اون سے
لوگ بے فائدہ اب کرتے ہین بدنام مجھے

گیسو و رُخ کا ترے دھیان بندھا رہتا ہے
شام سے تا بہ سحر صبح سے تا شام مجھے

اُف بھی گر منہ سے نکالون تو زبان کٹجائے
کوسنے دیجئے یا دیجئے دشنام مجھے

بیخودِ عشق ہو نہین بادہ کشی سے کیا کام
لوگ سمجھے ہین عبث رندِ مے آشام مجھے

چرچے ہوتے ہین مرے اہلِ وفا مین مضطر
ہو کے گمنام ملا عشق مین کیا نام مجھے

سرِ مہر مین بھی یہ جلوہ نہین ہے
خدا کی قسم کوئی تم سا نہین ہے

مری جان اب ظلم زیبا نہین ہے
ستم پر ستم ہو یہ اچھا نہین ہے

شبِ وصل بھی میری قسمت تو دیکھو
وہ بگڑا ہے ایسا کہ منتا نہین ہے

نگاہون مین تم ہو تصور مین تم ہو
چلے آؤ کچھ مجھسے پردا نہین ہے

مرے دلکا سودا ہو کسطرح اون سے
وہ کہتے ہین یہ مال اچھا نہین ہے

مریضِ الم کی عیادت کو جاؤ
لبون پر ہے دم حال اچھا نہین ہے

مرے دلکو پامال کرتا ہے ظالم
خدا کے غضب سے بھی ڈرتا نہین ہے

کل آنیکو مین نے کہا تو وہ بولے
تقاضا تمہارا یہ اچھا نہین ہے

عدو کی محبت پہ اترا رہے ہو
ابھی تم نے مضطر کو دیکھا نہین ہے

دیکھہ اٹھائیگا تو نقصان کہان جاتا ہے
دلِ بیتاب کہا مان کہان جاتا ہے

رات باقی ہے ذرا ٹھیر ذرا تو دم لے
صبح ہونے دے مری جان کہان جاتا ہے

دیکھکر میرے جنازہ کو وہ ہنس کر بولے
گور سے جان نہ پہچان کہان جاتا ہے

سچ تو کہ جانِ جہان ہے کہ قاصد تیرا
روز ایکہ ترے قربانِ کہان جاتا ہے

کیون مری جان پہ ڈہاتا ہے غضب ای ظالم
آکے تو گھر مرے مہمان کہان جاتا ہے

ساتھ ہے اسکا مرا جائیگا مر قدمین پہ ساتھ
میرے دل سے مرا ارمان کہا جاتا ہے

ہین تصدق مرا گھر بار تصدق تجھ پر
بات تو سُن مرے مہمان کہان جاتا ہے

وصل کے بعد انہین چھوڑ دون کیونکر مضطر
لاکھ ہون ظلم وہ احسان کہان جاتا ہے

مرا حال بندہ پرور کوئی میرے جی سے پوچھے
جو گذر رہی ہے مجھپر کوئی میرے جی سے پوچھے

ہوا جب سے مجھکو سودا تری زلفِ عنبرین کا
ہے وہ حال میرا ابتر کوئی میرے جی سے پوچھے

ترے رنج اور الم کی ترے ظلم اور ستم کی
جو عنائتین ہین مجھپر کوئی میرے جی سے پوچھے

شبِ وعدہ وہ ستمگر نہین آیا تو مرے گھر
وہ بپا رہا ہے محشر کوئی میرے جی سے پوچھے

تجھے کسطرح بتادون کہین کیون اظہار ہا ہون
یہ ستم ترے ستمگر کوئی میرے جی سے پوچھے

ترے ناوکِ ادا نے جو لگائے ہین نشانے
میری جان میرے دلبر کوئی میری جی سے پوچھے

کہا سُنے سخن و اقرب کہون کیا مین اسکا مطلب
جو عیان ہی میرے دلپر کوئی میری جی سے پوچھے

ہوا اک کا چاک سینہ ہوا جس سے بار جینا　　لگا کیسے اب یہ خنجر کوئی میرے جی سے پوچھے

تجھے کیا خبر ہے ہمدم نہیں دیکھی آفت غم
میں ہمیشہ ہوں جو مضطر کوئی میرے جی سے پوچھے

جدا کیا ہوئے مجھسے تم میرے پیارے　　فنا ہوگئے دل کے ارمان سارے
پھر اک جا پہ ڈھونڈا نشان تک نہ پایا　　کہاں چھپ رہا جا کے اے میرے پیارے
ہوئے کیا نہ تھے عہد و اقرار باہم　　ہمارے تمہارے تمہارے ہمارے
مجھے زندہ درگور بس کر گئے ہیں　　وہ کیا مجھسے ناراض ہوکر سدہارے
ہماری محبت کا تھا اونکو دعوی　　جدا ہوکے دشمن بنے اب ہمارے
نہ چھیڑے خدا کے لئے کوئی ہمکو　　فلک کے ستائے ہیں آفت کے مارے
چھپا ہے وہ جس روز سے ماہ کامل　　شبیں کاٹتے ہم ہیں گن گن کے تارے
وہ غیر انکا دل شاد کرتے ہیں ملکر　　پھریں ہجر میں جنکے ہم مارے مارے
بت مہر طلعت کے جانے سے واللہ　　ملے خاک میں سب مزے اب ہمارے
پھر اوس آنکھ میں کوئی کیونکر سمائے　　کہ جس نے کئے ہوں نظارے تمہارے

بس اب مبتلا رنج میں رہیئے مضطر
بہت عشرت و عیش میں دن گذارے

آہ بھی بے اثر نہ ہو جائے — سُنکے وہ بے خبر نہ ہوجائے

ہاتھ کا بوجھ دیر سے ہو تم — کہین وہ بھری کمر نہ ہوجائے

جب وہ دعوی کرے خدائی کا — سجدہ گہ اوسکا در نہ ہوجائے

آدمی کام کا نہین رہتا — عشق کا درد سر نہ ہو جائے

اونکو اغیار جبکہ عطر ملین — عین محفل مین شر نہ ہوجائے

جسطرف کو تری نگاہ پھرے — ساری دنیا اودھر نہ ہوجائے

اپنی آنکھین نکال ڈالون مین — تمکو میری نظر نہ ہوجائے

شام سے وہ یہ کہتے ہین مضطر — ہمکو ڈر ہے سحر نہ ہوجائے

آج مہندی وہ لگاتے ہین لگانے دیجے — خون عشاق بہاتے ہین بہانے دیجے

یاد آتا ہے شب وصل یہ کہنا اون کا — دن نکل آیا خدا کیلئے جانے دیجے

میرے آنسو کی جھڑی دیکھکے وہ ہستے نہین — بجلیان وہ یہ گراتے ہین گرانے دیجے

دیکھکر خون اوتر آتا ہے آنکھونمین مری — سامنے غیر کو واللہ نہ آنے دیجے

سب سنا دونگا شب ہجر کا قصہ تمکو — پہلے قابو مین مرے دلکو تو آنے دیجے

اونکا یہ کام ہے پھر اوسنے شکایت کیا ہی — لیکے دل آنکھ چراتے ہین چرانے دیجے

نوجوانی ہے مری حضرتِ واعظ مجھکو
دخترِ رز کا مزہ کچھ تو اڑانے دیجے

ضبط مانع ہے تو اُف منہ سے نہ کیجے مضطرؔ
چاہے جتنا وہ ستائین تو ستانے دیجے

کہان جاتا ہے ظالم دیکھ ہوتا جا ادہر پہلے
غدار اڑا الٹا جا ہم غریبون پر نظر پہلے

مرا کیا امتحان منظور ہے رشکِ قمر پہلے
جو یون کرتے ہو تم دلکو مرے زیر و زبر پہلے

اناڑی کی طرح کیون ذبح کرنے مجھکو بیٹھے ہو
چڑہالو آستینین اور باندہو تم کمر پہلے

شکایت ظلمِ ناحق کی قیامت تک نہو مجھکو
جو مجھپے آئے آفت مجمعِ اغیار پر پہلے

اجل کا کچھ نہ قابو چلسکے بیمارِ ہجران پر
مسیحا نبکے وہ دلدار آجائے اگر پہلے

مہینون بھی خبر لیتے نہین اتنو غریبون کی
یہی کیا مہربان تہی آپکی ہم پر نظر پہلے

جسے منظور ہو قربِ خدا گلزارِ عالم مین
ملادے خاک مین ہستی کو اپنی وہ بشر پہلے

نہ لیتا نام تک بہی عشق کا بہولے سے مین ہرگز
کوئی آگاہ کر دیتا مجھے اِس سے اگر پہلے

ہماری ہمسری تو وہ کریگا عشق مین مضطرؔ
بنا لیگا اگر فولاد کا اپنا جگر پہلے

کیا کہون دل مجھے آفت مین پہنسانیوالے
سمجھے اللہ تجھے آگ لگانیوالے

تو سلامت رہے ایجان جلانے والے
تجھپہ سو جان سے قربان ہون آنیوالے

حالِ فرقت جو کہا مینے تو ہنسکر بولے
چلکے تو آج دلِ زار نظارا کرلے

مین تجھے جانتا ہون باتین بنانیوالے
بام پہ بیٹھے ہین وہ جلوہ دکہانے والے

اوس نے دیکہا مجھے آتے تو سرِ بزم کہا
دیکھو وہ آئے مرے ناز اُٹھانیوالے

مجھکو بربادی کا اپنی نہین مطلق بھی خیال
چین سے تو رہے اے میرے ستانیوالے

کرتے جاؤ نہ ابھی فیصلہ لگتے ہاتھون
ہاتھہ اوچہامری گردن پہ لگانیوالے

وصل مین مینے جو چھیڑا تو بگڑکر بولے
ہاتھہ ٹوٹین ترے اے ہاتھہ لگانیوالے

دوستی بھولکے کرنا نہ کسی سے **مضطر**
اس زمانے کے ہین سب کہانے اڑانیوالے

نظرون نظرون مین اشارے ہوچکے
آج جی بہرکر نظارے ہوچکے

چاہے سمجھو یا نہ سمجھو اے صنم
اپنے دلسے ہم تمہارے ہوچکے

رنجشین دونو کے دلسے مٹگئین
فیصلے اونکے ہمارے ہوچکے

میرا کہنا بھی کوئی منظور ہو
آپکے کہنے تو سارے ہوچکے

سُنکے شکوے وہ مرے بولے کہ ہم
آج سے **مضطر** تمہارے ہوچکے

نکلین دلکے مرے ارمان بڑی مشکل ہے
آئین وہ گھر مرے مہمان بڑی مشکل ہے

وہ جو برسون رہے ہمراز ہمارے۔ وہی آج
دیکھکر بن گئے انجان بڑی مشکل ہے

غیر ممکن ہے دہان تنگ تو رسائی ایدل
بات آ میرا کہا مان بڑی مشکل ہے

آمد آمد کی خبر آج ہے اونکی ایدل
کچھہ مہیا نہین سامان بڑی مشکل ہے

خنجرِ ناز سے امیدِ شہادت تو بہ
ہو یہہ مشکل مری آسان بڑی مشکل ہے

ایک بوسہ ہی ہمین دیکے دکھا دو پہلے
جان دینی تو مری جان بڑی مشکل ہے

مبتلاے فکرِ معیشت مین ہے جب تو مضطر
ہو مرتب ترا دیوان بڑی مشکل ہے

وصل مین آکے مخل ہو یہہ جگر کسکا ہے
چلو خلوت مین مرے جان خطر کسکا ہے

قتل سے میرے تم اب ہاتھہ عبث روکتے ہو
جب مین پردہ ہون تمہارا تمہین ڈر کسکا ہی

غیر سوا کے سنا جائے مین اُف تک نہ کرون
تمہین انصاف سے کہدو یہہ جگر کسکا ہے

آگئی رات بہت جاتے اسوقت نہ آپ
یہین فرمائے آرام یہ گھر کس کا ہے

غیر کی آپ حمایت یہ سمجھکر لیجے
چھیڑ کس کی ہے خطا کسکی ہے شر کسکا ہے

مجھے منظور ہے ملنا کہ عدو سے تم کو
صاف کہدو تمہین اسبات مین ڈر کسکا ہے

مسجد و دیر و کلیسا ہی مین رہتا ہے جو تو
تو دل و دیدۂ مضطر مین گذر کسکا ہے

ہین تیرے ہی خدائی آن بان والے
سب اِس جہان والے سب اوس جہان والے

ہمکو نہ چھیڑو اب تم یہہ بات پیار ا سے
اکبار اور کہدے شیرین زبان والے

مین خوب جانتا ہون اے عشق تیری چالین
بے گہر کیئے ہین تونے لاکہون مکان والے

اے مرغ دل نہ جانا گہرسے نکلکے باہر
ناوک لئے ہوے ہین ہر سو کمان والے

انصاف کہہ رہا ہے تہذیب اور ادب مین
غالب ہین سب پہ مضطر ہندوستان والے

وہ ہمراہ مضطر کے سے چلتے ہوئے
عدو رہ گئے ہاتھ ملتے ہوئے

ہین واللہ وہ ایک چلتے ہوئے
چورا کر مرے دلکو چلتے ہوئے

اگر راہ مین مل گئے بہی تو کیا
وہ فقرہ مجہے دیگئے چلتے ہوئے

بجہا دو اسے چشمۂ لطف سے
زمانہ ہوا دل کو جلتے ہوئے

اندہیرے مین جاتے ہین غیروں کے گہر
جو ڈرتے تہے گہر سے نکلتے ہوئے

قطعہ

مزارِ غریبان پہ مدت کے بعد
چلے آئے وہ جو ٹہلتے ہوئے

تو یہ لوح پر لکھ گئے طعن سے
ہمین چہوڑ کے آپ چلتے ہوئے

تصور شب ہجر کا آگیا
شب وصل دیکھی جو ڈھلتے ہوئے

جو کرتے نہ تھے چار آنکھین کبھی
وہ اٹھ چھیڑ کرتے ہین چلتے ہوئے

شب ہجر کی آج گرمی سے آہ
رہے کروٹین ہم بدلتے ہوئے

رہِ عشق بھی واہ کیا راہ ہے
نہ گرتے کو دیکھا سنبھلتے ہوئے

وہ حسرت سے منہ اون کا تکتا رہا
وہ دل لیکے **مضطر** کا چلتے ہوئے

الٰہی تیری ہی رحمت کی جب نگاہ رہے
تو کیون نہ پاک مرا دفترِ گناہ رہے

نہ آئے رحم بتون کو کبھی خدا کی قسم
ہزار عشق مین اون کے کوئی تباہ رہے

وہ ظلم کرکے مکر جاتین کچھ نہین پروا
زمین گواہ رہے آسمان گواہ رہے

کبھی ہوا نہ ذرا اعتبار حضرت کا
جناب دل بہت اوس بت کے خیر خواہ رہے

نہین ہے فرق غریب و امیر کا اے دل
پسِ فنا نہ شمارِ گدا و شاہ رہے

وہ کامیاب زلیخا کیطرح وصل مین ہو
جسے نہ عشق مین پروائے عز و جاہ رہے

دعا مین کرتا ہے سر جھکا کے طاقِ ابرو مین
سپئے نماز سلامت یہ سجدہ گاہ رہے

مزا ملیگا دمِ حشر خونِ ناحق کا
زبانِ تیغِ ستمگر مری گواہ رہے

جگر کو تھام کے بیٹھو ہزار اے **مضطر**

مگر نہین ہے یہ ممکن کہ ضبط آہ رہے

مانا وہ مرے قتل کو صمصام نہ لیتے ابرو کے اشارے سے ہی کیا کام نہ لیتے

گر جذبۂ الفت مری تاثیر دکھاتی بے میرے وہ اک لحظہ بھی آرام نہ لیتے

اُٹھنا مرا محفل سے اگر شاق گذرتا وہ روک نہ لیتے مجھے وہ تھام نہ لیتے

آہون سے مری ٹوٹکے گر پڑتا زمین پر گردون کو فرشتے جو کبھی تھام نہ لیتے

ان ذلتون کی ہمکو خبر ہوتی تو مضطر
بھولے سے کبھی عشق کا ہم نام نہ لیتے

دام مین رو رو کے بلبل کی یہی فریاد ہے نوچ کر صیاد پر کہتا ہے جا آزاد ہے

میرے اس کہنے پہ کیا میرے لئے ارشاد ہے مسکرا کر سر جھکا لینا کسی کا یاد ہے

نذر تیرے سر مرا اور خنجر فولاد ہے کردے سر تن سے جدا اب دیر کیا جلاد ہے

ان حسینون کے تصدق عشق کی قربان مین حسرت و ارمانکا دلمین شہر اک آباد ہے

ہے یہ قطع تعلق غیر سے ہو ربط ضبط ہمپہ یہ بیداد گر بیداد پر بیداد ہے

قتل کیا دولہا بنایا مجھکو رنگین کر دیا اوسپہ مین سو جان سے قربان کیا جلاد ہے

غیر کے ہمراہ آ کر وہ ٹھکراتے ہین قبر بعد مرجانیکے بھی مٹی مری برباد ہے

گھیر رکھا ہے بتون کے رنج اور غم نے مجھے یا خدا تجھسے مری فریاد ہے فریاد ہے

میرے افسانے کے آگے لیلے شیرین ادا
داستان کیا قیس کی کیا قصہ فرہاد ہے

جیتے جی کیا بعد مرنے کے بھی ای ہمدم رقیب
ساتھ اونکے دفن ہوگا انکا وہ ہمزاد ہے

اے جنون کیون کھینچتا ہے سوئے صحرا تو مجھے
اب جلیسو نہین مرے مجنون نہ وان فرہاد ہی

آہ مجھکو دیکھکر وہ میرے دشمن سے کہین
جسکو ہم پیارے ہین پیارے یہ وہی ناشاد ہے

واہ کیا تقدیر والے ہین جہان مین وہ بشر
عمر بھر رہنے کو جنکے شہ جہان آباد ہے

حضرت ناصح کی اونکی آج تو اچھی چھنی
وہ تو منہ چھٹ ہین مگر مضطر بھی اک آزاد ہی

اتنا یہ بدنصیب لگا ہو نہین خوار ہے
کلمہ کلام بھی تو انکھین ناگوار ہے

شکوے کے بعد ہمکو تو رنجش نہین رہی
دلمین مگر تمہارے ابھی تک غبار ہے

اپنی وہان رسائی بھی ہوتی ہے یا نہین
ہر دم یہی ہے فکر یہی انتشار ہے

اللہ کا نہ خوف نہ اپنی زبان کا پاس
قول و قسم کا آپکی کیا اعتبار ہے

تا حشر ہوگی کسطرح اپنی بسر وہان
مرقد مین دوست ہے نہ کوئی غمگسار ہی

دنیا مین جس شریف کو اسوقت دیکھیے
محتاج ہے۔ ذلیل ہے۔ بے روزگار ہے

آغوش مین نہین مرے جب سے وہ ماہرو
رنج و غم و ملال مرا ہمکنار ہے

امت مین مصطفیٰ کے جو پیدا کیا ہمین

مقطع یہہ خاص رحمتِ پروردگار ہے

دلمین خیالِ ابروے خمدار یار ہے
اُتری ہوئی کلیجے مین اک ذوالفقار ہے

کہتے ہین گل یہ چاک گریبان کیے ہوے
صحنِ چمن مین آمدِ فصلِ بہار ہے

گن گن کے قتل کرتا ہے ہر ایک کو وہ ترک
ہر روز اوسکے کوچہ مین روزِ شمار ہے

قطعہ

تشبیہ کس سے گیسوئے جانان کو دیجئے
خوشبو پہ جسکی عنبرِ اشہب نثار ہے

شرمندہ سنبل عطر تجسل مشک منفعل
بے قدر بوسۂ نافۂ مشکِ تتار ہے

مقطع خوشی خوشی کی نہ کچھ رنج رنج کا
راضی ہون جو مشیت پروردگار ہے

خود مسیحا برسرِ بیداد ہے
اے اجل فریاد ہے فریاد ہے

جسکے دلمین ایک تیری یاد ہے
دونون عالم سے وہی آزاد ہے

میری چالین اور پہر میرے ہی ساتہہ
یہ بہی کچہ ایجاد مین ایجاد ہے

بیخودی نے دو جہان سے کہو دیا
فکرِ دنیا ہے نہ عقبیٰ یاد ہے

ہر خلش کے ساتہہ دل ہوتا ہے خون
خارِ غم بہی نشترِ فصاد ہے

سُننے والا کوئی تو مل جائے گا
دوست دشمن سے تری فریاد ہے

بے نشا نو نکا نشان مٹتا نہین
عاشقی مین دل کی غیرت اوٹھگئی

مین نہین محفل مین میری یاد ہے
دشمنون سے طالب اِمداد ہے

مین کہان مضطر کہان لطفِ سخن
پیروییٔ حضرتِ استاد ہے

انجم ہین مانندہ یار کے خالونکے سامنے
پیرِ فلک تو کیا ہے جہنم ہی ہوا گر

بے نور آفتاب ہے گالونکے سامنے
جل بھُن کے خاک ہوے نالونکے سامنے

دیکھا تو نمین شانِ خدا کا ظہور کیا
جب فخرِ انبیا نے پسند اوسکو کرلیا

بُت بن کے رہگیا مین شوالونکے سامنے
کمل کو مرتبہ ہے دوشالون کے سامنے

بزمِ عدو مین ہم گئے مضطر تو یون گئے
جس طرح شیر پہنچا غزالون کے سامنے

عاشق ہین ہم دورنگی چشمِ نگار کے
تہذیب کے اوسکے محبت کے پیار کے

کیونکر پسند رنگ ہون لیل ونہار کے
عاشق اگر ہین ہم تو نہین تین چار کے

ڈر ہے لچک نہ جائے یہ موئے کمر کہین
اللہ آپ چلئے نہ سینہ ابھار کے

اِس دام مین پھنسانا ہے اب کسکا مرغِ دل
بیٹھے ہوئے ہین آپ جو زلفین سنوار کے

شیر سے جب ہوئی میدانِ عشق مین
بھاگا نہ ہار عدو بازی ہار کے

قدرت نے خاص حسن جب اُنکو عطا کیا
محتاج وہ نہین ہین بناو سنگار کے

میری تو یہہ دعا ہے آلہی کوئی بشر
قابو مین ہو نہ اس دل بے اختیار کے

اُنکے غبارِ دل کا نہین ہمکو کچھ خیال
ہم خود بنے ہوئے ہین سراپا غبار کے

مین لا سکا نہ اونکو نہ وہ آسکے یہان
آئے کئے بھی دن گذر گئے یون ہی بہار کے

کس بات پر غرور ہو کس بات پر دماغ
گھر مین تو خاک بھی نہین مجھہ خاکسار کے

کل میکدہ مین شیخ نے اک جام کے عوض
دستار اپنی نذر کی سر سے اُتار کے

فرصت ہی جب نہین ہے تو کیا لکھین ہم غزل
راتین ہین راتون کی تو دن کاروبار کے

جس مدعی کو ناز ہو آئے وہ سامنے
بزم سخن مین کہدو یہ مضطر پکار کے

پھر میری طبیعت ہے مکدر کئی دن سے
آئینکو بلا ہے مرے سر پر کئی دن سے

قابو مین نہین ہے دلِ مضطر کئی دن سی
آنکھون سے اُبلتے ہین سمندر کئی دن سے

کیون قبر سے باہر نہو کشتے ترے ظالم
برپا ترے کوچہ مین ہے محشر کئی دن سے

تو شکل دکھادے مجھے غرفہ سے میری جان
مین گریہ کناں ہون ترے در پر کئی دن سے

کس خیال نے گھیرا ہے نہین بھی تو بتا دو
پھرتے ہو جو تم رات کو مضطر کئی دن سے

ہے میرے بیجان لینے کا ارمان نکالیئے
موجود ہون مین خنجرِ برّان نکالیئے

حسرت نکالیئے کوئی ارمان نکالیئے
عاشق کو یون نہ اے شہِ خوبان نکالیئے

دلکو نہین قرار محبت مین ہے خلش
تلوؤن سے خاک خارِ مغیلان نکالیئے

ہنس ہنس کے اون سے کہتے ہین یہ میرے زخمِ دل
کرنی ہے دل لگی تو نمکدان نکالیئے

ارمانِ وصل مین کوئی مرجائے یا جیئے
لیکن نہ آپ منہ سے کبھی ہان نکالیئے

جلجائے جس سے ساری زمین آسمان سب
اک آہ مین وہ آتشِ سوزان نکالیئے

دل چاک ہو گیا ہے محبت نکلجائے
سینے کو اس کے تارِ گریبان نکالیئے

نیچی نظر سے سینہ مین پیکان چپ چھپے
اتنی نگاہ اٹھائیے پیکان نکالیئے

ماتم مین ساتھ حسینو نکی ہون صفین
عاشق کا جب جنازہ مرے جان نکالیئے

مضطر عدو کے دام مین پھنسکر نکلگیا
کہتے ہی یہ کہ اے شہ جیلان نکالیئے

حسینو نپر جو پھر مائل طبیعت ہونیوالی ہے
کوئی کیا اور نازل مجھپہ آفت ہونیوالی ہے

کسی کے حسن کی عالم مین شہرت ہونیوالی ہے
جہان سوز الفلک اب برقِ آفت ہونیوالی ہے

حیا آنکھون سے تیری یار رخصت ہونیوالی ہے
اثر شوخی کا ہے پیدا شرارت ہونیوالی ہے

سحر سے میرے دلپر ہے جو اک اندھیر سا چھایا
مگر نازل بلا ہے شامِ فرقت ہونیوالی ہے

ازل سے ساتھ ہی آئی ہے مگر رسا نہ جائیگی
نہین مجھسے جدا کمبخت حسرت ہونیوالی ہے

وفور شوق ہے خلوت سے گستاخی فشا ہو
دل بیتاب کی کچھ اور نیت ہونیوالی ہے

تصور ہی کہین نکلے ہمارے دل مین آجاؤ
تصدق آرزو قربان حسرت ہونیوالی ہے

وہ خوش رفتار ہوکر جلوہ قامت دکھائینگے
نئے انداز سے برپا قیامت ہونیوالی ہے

چھپانا چاہتے ہین وصل کی شب رخ وہ زلفون مین
عیان صبح وطن مین شام غربت ہونیوالی ہے

عیادت کو مریض غم کی آنا ہے تو آجاؤ
وگرنہ جان شیرین تن سے رخصت ہونیوالی ہے

شرارت کا کسی کی کیا گلہ جوش جوانی مین
ابھی تو اور شوخ اوسکی طبیعت ہونیوالی ہے

نہ پھیر اسطرح چتون شوخ چشمی سے۔ یہ سن کر تو
نگہ پھیر روبرو اے بیمروت ہونیوالی ہے

غرور حسن ہے وہ بات بھی سیدھی نہین کرتے
ابھی کیا اور بھی کچھ اونکو نخوت ہونیوالی ہے

کیسکی بھولی صورت پر ہوا ہے شیفتہ ای دل
خرابی تیری اے برگشتہ قسمت ہونیوالی ہے

شباب حسن ہے جوبن ترقی پر ہے اوس بت کا
مرے قابو سے باہر اب طبیعت ہونیوالی ہے

دے جاؤ زکوٰۃ حسن بوسہ ہم فقیرون کو
کوئی دن مین ترقی پر یہ دولت ہونیوالی ہے

وصال یار سے مایوس تو آشفتہ ہو مضطر
امیدین کہتی ہین تجھپر عنایت ہونیوالی ہے

سنی ہمنے سب گفتگو چھپکے چھپکے
جو کہتا تہا تمسے عدو چھپکے چھپکے

لگائے جو تمسے عدو چھپکے چھپکے
تو کیونکر نہ روؤن لہو چھپکے چھپکے

نہ دیکھا تجھے جب دلِ مضطر نے
پہراڈہونڈتا کو بکو چھپکے چھپکے

پڑا شیخ کو دخترِ رز کا جو چسکا
کئے پہر تو خالی سبو چھپکے چھپکے

نپایا نشان ہمنے تیری کمر کا
عدم تک تو کی جستجو چھپکے چھپکے

پریشان نئے مضطرِ خستہ اونسے
کہی زلف نے مو بمو چھپکے چھپکے

قلق سے رنج سے غم سے الم سے آہ وزاری سے
شبِ فرقت مری کٹتی ہے کس کس بیقراری سے

نہ آنا تہا نہ آیا حیلہ جو اپنی یہ حالت ہے
کہ بعد مرگ بہی آنکہین کہلی ہین انتظاری سے

عزیز و اقربا سب پوچہتے ہین کسپہ شیدا ہے
مین کچہ بہی کہہ نہین سکتا کسی کی پردہ داری سے

ہماری یہ شبِ فرقت کسی پہلو نہین کٹتی
سُنا کرتے تہے کٹجاتی ہے شب اختر شماری سے

مزے دو نو ہمین ملتے رہین جب لطف کچہ آئے
وفا ہو باری باری سے جفا ہو باری باری سے

بنا کر شقیہ سفاک نے مژگان و ابرو کا
کبہی تیرون سے چہیدا اور کبہی مارا کٹاری سے

یہ راہِ عشق ہے وہ راہ جسمین سب برابر ہین
قدم رکہین جنابِ خضر بہی یان ہوشیاری سے

ہمین کرنا پڑا ہے عشق مین کس کس سے یارانہ
فغان سے آہ سے فریاد سے شیون سے زاری سے

کسی لیلے اداکے عشق مین مجنون نہ بن جانا
ذرا تم کام لینا حضرتِ دل ہوشیاری سے

جناب نوح کے طوفان کا قصہ ہم جو سنتے تھے
وہ اب آنکھون کے آگے ہی وفور اشکباری سے

کسی کے نشۂ الفت مین یون سرشار رہتا ہون
کہ جیسے مست ہو جاتا ہے میکش بادہ خواری سے

ابہی جمہور شریعت کفر کا فتوی لگا دیتی
دل ناداں نے کیا کیا بکدیا بے اختیاری سے

ہماری عقل و دانش تو یہی کہتی ہی مضطر
ملا ہے خاک سے پتلے کو رتبہ خاکساری سے

وہ آئے بہی شب وعدہ تو شرم کہائے ہوئے
حیا کے پردہ مین منہ کو رہے چہپائے ہوئے

پس وفا ہے جو اوس آفتاب رو کا خیال
چراغ گور کے اپنے ہین جہلملائے ہوئے

شہید تیغ ادا ہین نہ غسل دو ہم کو
کہ اپنے خون مین ہم آپ ہین نہائے ہوئے

فسانۂ غم دل کہہ سکے نہ اون کے حضور
تمام عمر رہے ہم زبان دبائے ہوئے

ملا نہ چین کبہی مجہکو نامرادی سے
وہ روٹھ روٹھ گئے وصل مین منائے ہوئے

نکلگیا کوئی وحشی تمہاری مژگان کا
کہ خار دشت مین ہین انگلیان اوٹہائے ہوئے

یہ کس حسین کی الفت نے کردیا بیتاب
کہو تو حضرت دل کیون ہو تلملائے ہوئے

ہمارے اوجڑے ہوئے دلمین کب وہ آتے ہین
مکان اونکے لئے ہون سبہی سجائے ہوئے

بتو تمہاری تو واللہ کیا حقیقت ہے
خدا کے گہر بہی نہ جائینگے بے بلائے ہوئے

وصال مین بہی نہ نکلیگی دید کی حسرت
حیا سے وہ مین ادب سے ہون سر جھکائے ہوئے

ہوا نہ کوئی خبردار اون کی محفل مین
ہمارے اونکے اشارے ہوئے کنائے ہوئے

نہ کیون کلام مین مضطر کے چلبلا پن ہو
کہ ہے فراق سخنور سے فیض پائے ہوئے

نہین کہلتا نہین کہلتا یہ مقتل ہے کہ محفل ہے
کوئی مژگان کا زخمی ہے کوئی ابرو کا بسمل ہے

نہین مقتل سے کم کچھ ایسی یہ دنیا کی محفل ہے
عداوت ہے بہم ایک آدمی کا ایک قاتل ہے

بناوٹ کی حیا چھوڑو شب وعدہ ہی کہل کہیلو
یہ کیون دہوکے کی ٹٹی بیچ مین بیوقت حائل ہے

عدو کو دیکے تحفہ مین مرا دل مجھسے وہ بولے
کہین سے آگیا تھا پاس میرے یہ وہی دل ہے

مرے گہر وصل کی شب ذکر کیون آئے رقیبونکا
تمہین انصاف سے کہدو یہ خلوت ہی کہ محفل ہے

دل ناداں سمجھکر سوچکر اسمین قدم رکہنا
یہ منزل عشق کی ہے یہ بہت دشوار منزل ہے

ستم اب تو نہین کرنیکا یہ کیونکر یقین آئے
ستم کرنا تو اے ظالم تری عادت مین داخل ہے

بہت مدت ہوئی دل مٹ چکا اب اوسکا رونا کیا
تمہین کیا اس سے حاصل ہے مجھے کیا اس سے حاصل ہے

وفا کیسی جفا کیسی تغافل کیون گلا کس کا
ترا دل اب ترا دل ہی مرا دل اب مرا دل ہے

وہ یون آنکہین بدل بیٹھے نہ تہا تیل ان تلون گویا
کہا کیون خال عارض کو کہ میری آنکہہ کا تل ہے

الٰہی تو نہ رکہہ مضطر کو مضطر فضل کر اپنا
ترے نزدیک وہ آسان ہی جو بات مشکل ہے

اونکے یہ رُخ پر نقاب دیکھیے کبتک رہے — ہمسے یہ شرم و حجاب دیکھیے کبتک رہے

مجھپہ یہ اونکا عتاب دیکھیے کبتک رہے — غیر سے دور شراب دیکھیے کبتک رہے

وہ ہین اگر ہٹ دھرم مین بھی تو ہون ضد کا ایک — یا ہمی یہ اجتناب دیکھیے کبتک رہے

دام مین زلفون کے ہے ایک زمانے سے قید — طائرِ دل پر عذاب دیکھیے کبتک رہے

کاکلِ پیچان مین اون شیفتہ و مبتلا — یہ دلِ خانہ خراب دیکھیے کبتک رہے

وصل کی شب ہم بغل ہم سے جو تہا ماہ رو — یاد وہ اب ہمکو خواب دیکھیے کبتک رہے

مضطرِ بیتاب کو فرقتِ محبوب مین
ہجر سے ہے اضطراب دیکھیے کبتک رہے

جلوہ ترے جمال کا ہر انجمن مین ہے — تو روح ہر بدن مین ہے گل ہر چمن مین ہے

فطرت بھری ہوئی ترے اک اک سخن مین ہے — اے چال باز ایک ہی تو اپنے فن مین ہے

ہم جسکو چاہتے ہین وہ ہر انجمن مین ہے — بلبل ہے جسکی شیفتہ وہ گل چمن مین ہے

ہم سختیان اُٹھا کے بھی رکھتے ہین دل ہی — اوس بُت سے پھر ملین گے اگر جان تن مین ہے

ہے تجکو اختیار جلا دے کہ چھوڑ دے — پروانہ ہے نزار جو تری انجمن مین ہے

مجھ ناتوان کی دیکھ کے میت وہ راہ مین — حیرت سے پوچھتے ہین کہ لاشہ کفن مین ہے

غربت مین رہ کے مشق تصور ہے رات دن — جب آنکھ بند کی تو یہ بندہ وطن مین ہے

پروانہ وار کیون نہ ہون تجہپر نثار ہم
تو مثلِ شمع جلوہ نما انجمن مین ہے

کیا شعلہ میری آہ کا پہونچا ہے دیکہنا
اک آگ سی لگی ہوئی چرخِ کہن مین ہے

سُنکر سوال آپ تو خاموش ہو رہے
دیدیجئے جواب زبان تو دہن مین ہے

اسکو نہ بہول جانا خدا کے لئے کہین
ساقی یہ تشنہ لب بہی تری انجمن مین ہے

اُستادِ داغؔ اور خدائے سخن کہان
باقی اب اک نشان تو اونکا دکن مین ہے

جو سادگی مین تیری ادا پائی جاتی ہے
شوخی مین ہے کسی کی نہ وہ بانکپن مین ہے

کیا منہ گلون کا ہے جو نہین دل کے داغ پر
کیا شاخِ زعفران کوئی بلبل چمن مین ہے

تصدیق اسکی ہمکو تو مضطرؔ نہین ہوئی
سُنتے تہے قدر اہلِ سخن کی دکن مین ہے

وہ پہلی سی نظر ہمپر کہان ہے
عدو پر آج کل تو مہربان ہے

اکیلا تو مکینِ ہر مکان ہے
زمین تیری ہے تیرا آسمان ہے

وہ مقتل مین کہڑا ہے میرا قاتل
کہ رجکے دوش پر تیر و کمان ہے

شریکِ حال ہے ہر حال مین دل
مرا ہمدرد میرا مہربان ہے

تمہارے ظلم سے جو مر گئے ہین
یہی اون بے نشانون کا نشان ہے

کہان مین دوسرے کو جا کے ڈہونڈون
جہان مین دوسرا تجہسا کہان ہے

تمہین جب اوس سے مطلب ہی نہین کچھ
عدو کا نام پہر کیون برزبان ہے

زمانہ تو بشر کہتا ہے تم کو
ہمارا اور ہی تم پر گمان ہے

بہلا ہم دیکے دل تجھکو دغا دین
یہ تیرا کیا گمان اے بدگمان ہے

ہمارا کوئی حامی ہے نہ ہمدرد
جسے دیکھو اوسی پر مہربان ہے

نہین جسکی ہے اک مدت سے خواہش
وہ گل بہی باغ مین اے باغبان ہے

اگر پتہر سنین ہو جائے پانی
ہمارے درد کی وہ داستان ہے

ابھی خنجر نکالو آزما لو
اگر منظور میرا امتحان ہے

دکہائے جو نشے مین اوسکا جلوا
کوئی ایسی بہی مے پیر مغان ہے

مسیحان آج تم افسردہ کیون ہو
تمہین کیا غم نصیب دشمنان ہے

بتانا جا بجا مجہے او جانے والے
کہ یہ ہے نام یہ میرا نشان ہے

غزل اک اور بھی مضطر کہو تم
طبیعت اِس زمین مین گر روان ہے

وہ اچھا اور برا سارا جہان ہے
کہ جسپر مسیحان تو مہربان ہے

ترا یہ ناتوان وہ ناتوان ہے
کہ اک نالے کا جسکے آسمان ہے

ذرا سی بات کو اک طول دینا
بہلا یہ بہی کوئی طرز بیان ہے

ترستا تھا مین جسکے دیکھنے کو۔
وہ آج آکر مرے گھر میہمان ہے

عدو چھو ہوگیا قاتل سے سنکر
کہ کل مقتل مین قتل عاشقان ہی

کسی صورت سے اب ٹلتا نہین مین
یہ سر ہے اور تیرا آستان ہے

تمہین مین تو نہین کہتا ہون ظالم
یہ اکثر اور لوگون کا بیان ہے

وہ ہرجائی ہے اے جان جہان تو
کہ تیرا شیفتہ سارا جہان ہے

جو آئے منہ مین بکدیتا ہے زاہد
عجب کچھ بے تکی اسکی زبان ہے

ستا کر مجھکو وہ ایسے ڈرے ہین
کہ خود اونکی زبان پر الاامان ہے

کیا ہے منتخب جس بت کو ہمنے
بہت ہی خوبصورت نوجوان ہی

حقیقی عشق کا اے زاہد خشک
مجازی عشق ہی تو نردبان ہے

جسے چاہو اوسے اپنا بنا لو
تمہین یہ داؤ بچپن سے روان ہے

گل مضمون کھلا ہین کیون نہ مضطر
یہہ عرس بلبل ہندوستان ہے

آج اس رونے سے نالہ دل ناشاد رہے
مدتون تک فلک پیر کو بھی یاد رہے

رشک قامت پہ یہ اوس شوخ نے کل حکم دیا
سرو باقی رہے گلشن مین نہ شمشاد رہے

وصل اور ہجر کے قصے پہ وہ بولے مجھسے
دو ہی کلمے تجھے کمبخت فقط یاد رہے

کہیئے کچھ اونسے یہ اب سوچ رہا ہون دلمین
کہ خدا خیر کرے کیا مجھے ارشاد رہے

ہوئے پیدا تو ہمین واسطہ رونیسے پڑا
آکے اِس عالم ہستی مین نہ ہم شاد رہے

ہائے افسوس تو اِس رنگ مین مجھسے خوش ہے
نالہ لب پر ہو زبان پر مری فریاد رہے

جتنا جی چاہے ستالے فلک پیر مجھے
اسکا بدلہ بھی ملیگا کبھی۔ یہ یاد رہے

اب رہا ہو کے کہان جائین ذرا تو ہی بتا
عمر بہر تو تری ہم قید مین صیاد رہے

چین سے جن کو یہان چرخ نے رہنے نہ دیا
وہی آرام سے جا کر عدم آباد رہے

دوستی سے واسطہ رکہا نہ کبھی دشمن سے
مابدولت تو ہمیشہ یونہی آزاد رہے

مر گیا کہکے جو اشعار تمہارا مضطر
پڑہ لیا کرنا جو اونمین سے کوئی یاد رہے

اشعار متفرقات

محتشر کو روکا چلکے قدم بہر ٹھہر گئے
وہ چال چلنے مین بہی غضب چال کر گئے

رند مضطر سے بنے کبھی زاہد
ایسے ڈہل ڈہل یقین جناب رہے

نظم مین داغ نثر مین آزاد
دونون صاحب یہ لاجواب ہوئے

حیف مضطر کبھی دیکہا نہ ذرا تو نے عروض
اک یہی سب سے بڑا ہے ترے اشعار مین نقص

ضد یہ ہے اب کے اوڑا دونگا نشانہ دل کا ‏— گو نزاکت سے کمان آپ بنے جاتے ہین

ہم بہی پہونچے ایک بوسے کے لیئے ‏— اونکے گہر پایا جو کل میدان صاف

چل دلا شوقِ شہادت ہے اگر ‏— آجکل مقتل کا ہے میدان صاف

دیکہہ سکتے نہین ہم رعب سے اونکی جانب ‏— ہائے دیدار سے محروم رہے جاتے ہین

چین دنکو ہے چین ہائے نہ شب کو آرام ‏— عشق کے ہاتون الٰہی بڑے مجبور ہین ہم

مال وزر گر نہین رکہتے تو بلا سے مضطر ‏— دولتِ عشقِ محمد سے تو معمور ہین ہم

وہ بوسے کوئی بے پردہ نہو بات ‏— سمجہتے ہو کہ ہم پردہ نشین ہین

خنجرِ نازکی اصلا نہین حاجت اون کو ‏— خود گلا کاٹ کے عشاق مرے جاتے ہین

بہیجے حسین نور کے سانچے مین ڈہال کر ‏— اے حسن آفرین ترے قربان جائیے

سوزِ غم نے شمع روسر و چراغان کردیا ‏— اب تو آ صورت دکہا دلکا جلانا چہوڑدے

پہر ہو دشوار مجہکو زندگی پہر کیون نہو ‏— یک قلم جب مجہکو وہ صورت دکہانا چہوڑدے

گر نہین کام کا ناکارہ ہے واپس کردین ‏— لیکے دل آپ مرے جان پریشان کیون ہین

یہ اثر صاف ہے بلبل کی پریشانی کا ہو ‏— ورنہ گلزار مین گل چاک گریبان کیون ہین

کبہی پرسش ہی فقیرون کی نہین ہوتی ہی ‏— تیرے کوچہ مین صدا دیکے چلے جاتے ہین

کوئے الفت مین قدم ہم نہین رکہتے مضطر ‏— بہولے بہٹکے کبہی اوس سمت چلے جاتے ہین

کہا حق نے لولاک جسکی ثنا مین
تمنائے دل اپنی برآئے مضطر
بلا لیجیے جلد یثرب مین شاہا
مدینہ ہین آجا مدینہ مین آجا
میرے اک اک حرف پر کرتے ہین اچھا اعتراض
اصحاب یہی سمجھ جا دیکھ تو مجھسے نہ ڈر
رسول خدا اب مدینہ مین مضطر

گنہ گار امت کا وہ پیشوا ہے
جو احمد کے در پر گذر ہو ہمارا
مرے سر پہ غم کی گھٹا چھا رہی ہے
مرے کان مین یہ صدا آرہی ہے
ہوگیا ہے ایسا کچھ اونکا حریفانہ مزاج
خادم رندان ہو نہین رکھتا ہون زندانہ مزاج
کوئی ون مین ہین تجھکو بلوانے والے

رباعیات

بے خوابی شب سے خواب ہے آنکھون مین
یا کیف سے شباب ہے آنکھون مین
ہین اور گمان بد نصیب اعدا
جو بات ہے لاجواب ہے آنکھون مین

ولہ

نادان ہین جو اک شور بپا کرتے ہین
خاموشی دانان پہ ہنسا کرتے ہین
اٹھتی ہین اونہین پہ انگلیان محفل مین

اور دن پہ جو آوازے کسا کرتے ہین

رباعی در واقعات شعرائے ہند وار دحال شہر بمبئی

کہنے کو ناطق و نظامی سب ہین - اپنی ہی زبان سے گرامی سب ہین

جتنے بہی ہین بمبئی مین شاعر مضطر
حق یہ ہے کہ ان دو کے سلامی سب ہین

خمسہ مصنف بر غزل خود

سوئے گردون نظر ہے کام ہے اختر شماری سے
ستارے ٹوٹتے رہتے ہین میری اشکباری سے

غرض پردہ دری سے کچہ نہ مطلب پردہ داری سے
فلق سے رنج سے غم سے الم سے آہ وزاری سے

شب فرقت مری کٹتی ہے کس کس بیقراری سے

کوئی کہتا ہے حیران ہوکے شاید اسکو سکتا ہے
کسیکا یہ گمان زلف سیہ کا اسکو سودا ہے

کسیکو وہم یہ اسرار ہے پریونکا سایہ ہے
عزیز واقربا سب پوچہتے ہین کسپہ شیدا ہے

مین کچہ بہی کہہ نہین سکتا کسی کی پردہ داری سے

تصور کسطرح بدلے طبیعت جب نہین ٹہتی
جہپکتی ہے پلک اپنی نہ در سے آنکہہ ہے ہٹتی

اجل بہی تو نہین آئی مصیبت کسطرح گہٹتی
ہماری یہ شب فرقت کسی پہلو نہین کٹتی
سنا کرتے تہے کٹجاتی ہے شب اختر شماری سے

شکون اقرار سے ہو تو کبہی انکار تڑپائے
کبہی شوخی ہو وہ جس سے حیا آنکہو نمین شرمائے
ادا سے پیار ہو پیدا نظر تلوار برسائے
مزے دونون ہمین ملتے رہین جب لطف کچہ آئے
وفا ہو باری باری سے جفا ہو باری باری سے

نہ دیوانہ بنایا اوسنے مجکو چشم جادو کا
نہ سودائی بنایا حلقۂ پرپیچ گیسو کا
گلہ کس سے کرون مین آہ اوس ترک جفا جو کا
بنا کر شیفتہ سفاک نے مژگان وابرو کا
کبہی تیر دل سے چہیدا اور کبہی مار کٹاری سے

خیال قامت موزون مین موت آئی قیامت ہے
وصال اپنا ہوا لیکن وہی اندوہ فرقت ہے
شب وعدہ جو نقشہ تہا مرا اب بہی وہ صورت ہے
نہ آنا تہا نہ آیا حیلہ جو اپنی یہ حالت ہے
کہ بعد مرگ بہی آنکہین کہلی ہین انتظاری سے

زمانہ کے بلند وپست اسکے ہر قدم پر ہین
کہین کوسون بیابان ہے کہین پتہر ہی پتہر ہین
مثال راہ گم کردہ ہین اسمین جتنے رہبر ہین
یہ راہ عشق ہے وہ راہ جسمین سب برابر ہین
قدم رکہین جناب خضر بہی یان ہوشیاری سے

بنایا جب سے شمع حسن نے ہمشکل پروانہ
بنا ہے روکش میدان محشر اپنا غم خانہ

محبت نے اٹھا دی سب تمیز خویش و بیگانہ
ہمیں کرنا پڑا ہے عشق میں کس کس سے یارانہ
فغان سے آہ سے فریاد سے شیون سے زاری سے

کسیکے گیسوئے پر پیچ کے مفتون نہ بنجانا
لڑا کر آنکھ اک دن دیدۂ پرخون نہ بنجانا
خدارا رہ نوردِ منزلِ ہامون نہ بنجانا۔
کسی لیلے ادا کے عشق میں مجنون نہ بنجانا
ذرا تم کام لینا حضرتِ دل ہوشیاری سے

ہوئے تھے یہ زمین و آسمان باہم جو سنتے تھے
کبھی افسانۂ بربادیٔ عالم جو سنتے تھے
بیانِ جوشِ سیلِ دیدۂ پُر نم جو سنتے تھے
جنابِ نوح کے طوفان کا قصہ ہم جو سنتے تھے
وہ اب آنکھونکے آگے ہے وفورِ اشکباری سے

نہ مین بدمست رہتا ہون نہ مین ہشیار رہتا ہون
نہ ظاہر مین مقیمِ خانۂ خمار رہتا ہون
مگر ہر حال مین ساقی کا اپنے یار رہتا ہون
کسیکے نشۂ الفت مین یون سرشار رہتا ہون
کہ جیسے مست ہو جاتا ہے میکش بادہ خواری سے

مثالِ حضرتِ منصور ابھی سولی چڑھا دیتی
گلے پر صورتِ سرمد ابھی خنجر پھرا دیتی
برنگِ شمس ابھی تو کھال کھچواتی سزا دیتی
ابھی مجھپر شریعت کفر کا فتویٰ لگا دیتی
دلِ ناداں نے کیا کیا کہدیا بے اختیاری سے

بشر کا رتبہ ایسا ہے فرشتے بھی نہین ہمسر
بنایا ہے اسے مخلوق مین خالق نے اشرف تر

مگر کسی کی بدولت یہ ہوا شرف ۔ ہوا کیونکر	ہماری عقل و دانش تو یہی کہتی ہے ؏ مضطر

ملا ہے خاک کے پتلے کو رتبہ خاکساری سے

قصیدہ شکریہ طبع دیوان درخشان فیض نشان جناب معلی القاب مولانا مولوی صوفی حاجی محمد عبدالرحیم صاحب مختار پالونچہ و جناب مولانا مولوی صوفی حاجی محمد خواجہ ابراہیم صاحب رئیس اعظم دام اقبالہ

ہے جہان مین امد فصلِ بہار	کوہ و صحرا بنگئے ہین لالہ زار
قوتِ نامیہ کا وہ جوش ہے	آسمان رس ہے زمین سبزہ زار
ہر روش پر گل کہلاتی ہے نسیم	بن گیا ہر تختہ دامانِ بہار
پڑ رہی ہین ننہی ننہی بوندیان	کر رہی ہے ہلکی ہلکی سی پہوار
اپنے جامے سے ہین باہر سروجو	جہومتے ہین شکلِ مستانِ بہار
غنچہ و گل ہین چمن مین صف بصف	قمری و بلبل قطار اندر قطار

ابرِ رحمت چھا رہا ہے جا بجا
مست و بیخود ہو رہے ہین بادہ خوار

ساقیٔ بدمست کا کیا پوچھنا
اپنے جامے مین نہین ہے اپکے بار

حضرتِ زاہد کی توبہ کا ہے قُل
ہر طرف ہے میکدے مین یہ پکار

کرکے واعظ بیعتِ پیرِ مغان
مغ بچون کا آج کرتے ہین شکار

دختِ رز کی شیخ سے شادی ہی آج
شادیانے بج رہے ہین بے شمار

عام ہے اب دعوتِ دستِ سبو۔
میزبان ہے ساقیٔ گلگون عذار

میکشون کی خوب بن آئی ہے آج
مدتون مین دلسے نکلا ہے غبار

کوئی بے پر کی اوڑتا ہے کہین
چھیڑتا ہے کوئی مستانہ ملہار

دیکھکر یہ سیرِ دلکش یک بیک
فرطِ حیرت سے ہوا مین بیقرار

مدحتِ محسن کی دلمین دھن بندہی
کون وہ محسن مرے عالی وقار

ذی حشم ذی مرتبہ ذی مقدرت
حضرتِ **عبد الرحیم** نامدار

انکے بھائی **خواجہ ابراہیم** ہی
جن کی خوبی کا نہین ممکن شمار

ہین یہ دونون آفتاب و ماہتاب
ہے انہین کے دم سے عالم مین بہار

کیا بیان ہون انکے اخلاقِ حسن
خُلقِ احمد کی ہین گویا یادگار

مدحِ عالی مین وہ مطلع اب پڑہون
ہو جوابِ مطلعِ ابروئے یار

مطلع ثانی

انکے دم سے رونقِ لیل و نہار
فیض سے انکے ہے روشن روزگار

رحم بندون پہ کیا کرتے ہین یہ
اِن پہ نازل رحمتِ پروردگار

کون ہے ایسا زمانے بین سخی
کوئی مانگے ایک یہ بخشین ہزار

انکی بخشش بیکسون کی پردہ پوش
فیض انکا مفلسون کا پردہ دار

غنچۂ خاطر شگفتہ ہوگئے
ہے نسیم لطف کی اِن کے بہار

راستی کا اِن سے وہ نکلا چلن
بل کی اب لیتی نہین ہی زلف یار

صوفیٔ صافی منش پاکیزہ خو
متقی و عابدِ شب زندہ دار

عادل و باذل سخی آلا سخیا
ذی کرم ذی مرتبت ذی اقتدار

وقتِ جج ایسے کئے ہین کارِ خیر
جتنے ہین مشہور امصار و دیار

وقف ہین راہِ خدا مین جان و مال
اِس سخاوت اس کرامت کی نثار

اِنکے صدقے مین ہوئے حاجی بہت
غیر ممکن ہے کہ ہو اون کا شمار

لاٹ مارین گو رحاتم پر ابھی
سامنے آئے جو سائل ایکبار

اِس سخاوت کا کوئی فردِ بشر
آجتک ہمنے نہ دیکھا زینہار

آپ ہین اپنی نظیر اپنا جواب	اُنکی بے مثلی کا قائل روزگار
پھر گردون نے نہ دیکھا عہد بھر	کوئی ایسا ذی حشم ذی اعتبار
قدردانِ اہلِ علم و اہلِ فن	اہلِ حاجت کے ہین یہ حاجت برار
اُنکی خوشبو سے معطر ہے جہان	ہند کیا کیا چین و تبّت کیا تتار
حامیِ ہر بیکس و ہر ناتوان	دستگیرِ عاجز و دُور از دیار
شکر احسان کا ادا ہو کس طرح	گو زبانین میرے منہ مین ہون ہزار
میرے دیوان کی اشاعت کا سبب	ہو گئے یہ دونون صاحب باوقار
حصر دیوان کی اشاعت پر نہین	میری شہرت کا اُنہین پر ہی مدار
تا کجا اے مضطر اب طولِ سخن	بس دعا پر کر بیان سے اختصار
یا خدا جبتک گلون مین بو رہے	یا خدا جبتک چمن مین ہو بہار
یا خدا جبتک کھلین گلشن مین پھول	گل پہ ہو جس وقت تک بلبل نثار
باغِ عالم مین پھلین پھولین مُدام	میرے محسن ذی حشم ذی اقتدار

بارورانِ کار ہے نخلِ مراد
تا ابد ہون روز افزون برگ و بار

نامۂ شوق

مرے مشفق و مہربان نیک نام
خدا تجھکو دنیا مین رکھے مدام

ہو تسلیم مقبول اے ذی شعور
سوا اسکے کیا لکھون اے رشک حور

ترے سامنے مہر و مہ ہین حقیر
وہ ہے ایک دنیا مین تو بے نظیر

نہ ملنے کا مجھکو بتا دے سبب
کہ ہون نیم جان ہجر مین تیرے اب

نہین یاد کیا وہ زمانہ رہا
کہ ہم تم مین کیا دوستانہ رہا

وفا تونے کی تو بھی ایسی ہی کی
جفا تونے کی تو بھی ایسی ہی کی

کہیک لخت وہ بے رخی تونے کی
ہوا قطع سب رشتۂ دوستی

قسم قول کو رکھدیا طاق پر
ملا مجھکو اس عہد کا یہہ ثمر

کہ اپنے پرائے سے نفرت ہوئی
غم و رنج کھانے سے الفت ہوئی

خدارا مری اب خطا کر معاف
ترا رحم سے پیش آ تو کر دلکو صاف

یہ اسلام سے دور ہے اے عزیز
کہ رکھتے نہین بغض اہل تمیز

تو ارسال کر جلد خط کا جواب
دل مضطرب کا ہو کم اضطراب

کیا خط کو مضطر نے لکھکر تمام
ملاقات پھر ہو بہم والسلام

خط بنام جناب معلی القاب مولانا مولوی منشی حافظ

محمد سعید خان صاحب بہادر رئیس صادمنیر ملازم ریاست دہرم پور ضلع بلند شہر

مرے دوست ہیں محمد سعید
ہر اک روز ہو آپ کا روز عید
وزارت پہ قایم رہو تم مدام
ہمیشہ خوشی سے رہے تمکو کام
سلام علیکم ہو میری قبول
سوا اسکے کہنا ہے بیشک فضول
مین آیا ہون جس روز سے مہربان
نہین آیا خط اس سے دل ہے تپان
طبیعت کو ہے میری از حد ملال
ہر اک وقت ہے آپ کا ہی خیال
روانہ کرو جلد تر اپنا خط
مرا شاد دل تم کرو سر بسط
مرے وہ جو ہین دوست عبد الرحیم
لیق و کریم و عقیل و فہیم
وہ اسحاق مرد لیاقت شعار
محمد بہی ہے نام ہین جن کے یار
وہ عیسٰی جو ہین ایک مرد شریف
نہایت متین اور نہایت ظریف
سراپا کرم دوست عبد العزیز
ہر اک طور کی جن کو پوری تمیز
وہ اصغر جو ہین ساکن رام پور
نہایت ہی لایق بڑے ذیشعور

غرض سبکو مضطر کا پہونچے سلام

جواب اسکا جلد آئے اے نیک نام

سہرا جشنِ شادی میمنت آبادی جناب معلی القاب محمد حسن خانصاحب ششدر تلمیذ مصنف رئیس اعظم قصبہ سکروڈہ ضلع سہارنپور

مرحبا دلکش و دلچسپ دل آرا سہرا
للہ الحمد بنے نوشہ جنابِ ششدر
دیکھکر جلوہ نہ محفل کہین بیخود ہو جائے
شوقِ دیدار مین بن ٹکے سراپا آنکھین
دیکھکر غیر اسے دل مین کٹے جاتے ہین
ہے وہ پُر نور لگا ہون مین کھپا جاتا ہے
اور بھی پھولون کے سہرے نے بڑہادی رونق

پیارے نوشاہ کے سر پر ہے پیارا سہرا
گوندکے خوب ہی مالن نے سنوارا سہرا
رُخ روشن سے اُلٹئے نہ خدارا سہرا
قدِ نوشاہ کا کرتا ہے نظارا سہرا
چشم بدبین کے لئے بن گیا آرا سہرا
جلوۂ نور خدا ہے کہ تمہارا سہرا
تنہا یو نہین سر پہ ترے علم و ہنر کا سہرا

مصرعۂ سال چمکتا ہوا مضطر نے کہا
نورا فروز مبارک ہو یہہ پیارا سہرا
۱۳۲۳ھ

قطعہ درشان فیض نشان وزارت پناہ فتوت دستگاہ عالیجناب راجہ راجایان سرکشن پرشاد مہاراجہ بہادر کے سی آئی ای۔ جی سی آئی ای یمین السلطنت پیشکار و مدار المہام سرکار عالی المتخلص بہ شاد تلمیذ حضرت آصف خلد اللہ ملکہ

اے مہاراجہ بہادر اے یمین السلطنت
فیض جاری آپ کا ہو بڑھتی دولت کیطرح

اک نگاہِ لطفِ حضرت مین سنور جاتین تمام
گر بگڑ جاتین کسی کے کام قسمت کیطرح

اے زہے شانِ تواضع اے زہے زہد و ورع
کیا جھکی ہے خلق محرابِ عبادت کیطرح

آپ سے سیکھے کوئی داد و دہش کے طور کو
کرتے ہین جود و سخاوت تو سخاوت کیطرح

صورتِ آئینہ حیران روح حاتم ہو گئی
آپ کی شہرت اڑی جب رنگِ حیرت کیطرح

جلد ہو رفع تردد ایسی صورت ہو کوئی
حال میرا ہے پریشان میری صورت کیطرح

لائی مضطر کو درِ دولت پہ قسمت شکر ہے
اضطراب دل رہا سب گردِ کلفت کیطرح

قطعہ درشان عالیجناب نواب عزیز یار جنگ بہادر المتخلص عزیز

ناظم عطیات صرفخاص تلمیذ فصیح الملک داغ دہلوی

اے مہر سپہر کامگاری
اقبال و حشم ہون رام دونون
نواب عزیز یار جنگ آپ
رکھتے ہین نشان و نام دونون
خورشید و قمر ہین زیر فرمان
حاضر ہین یہہ صبح و شام دونون
کیا آپکے فیض کی ہے تسخیر
مداح ہین خاص و عام دونون
ہین فتح و ظفر جلو مین ہردم
کیا دل سے بنے غلام دونون
مطلب دنیا کا یا ہو دین کا
ہون آپکے پورے کام دونون
مضطر کی زبان و دل۔ خدا سے
ہین صرفِ دعا مدام دونون

جشنِ شادی میمنت آبادی جناب معلی القاب نواب محمد عمر خانصاحب بہادر تخلص قیؔ خلف نواب برق جنگ قدر الدولہ بہادر حیدر آباد دکن

گفتہ اگشت چو نواب عمر خان ز وفا
ابر رحمت پہ کرم برقِ تجلی بہ جمال
شیفتہ بر رخِ نوشاہ ملک حور و پری
حسن آن حسن کہ شرمندہ شود بدر کمال
معدنِ خلق فلک رتبہ کو فیاضِ زمان
روز افزون بود از فضلِ خدا جاہ و جلال

روز و شب از تہ دل ہست دعائے مضطر
بادِ نوشاہ درین دہر ہمیشہ خوشحال

قطعہ در شان جناب معلی القاب مسٹر محمد عظیم خانصاحب بہادر ملک التجار رئیس اعظم قصبہ بدلاپور ضلع ٹھانہ ملک کوکن

اے محمد عظیم خانصاحب
عادل و باذل و سخی و کریم

صاحبِ فیض حاتمِ دوران۔
معدنِ لطف وجود و فیضِ عمیم

قطعہ مبارکباد خلافت خاندان قادریہ و چشتیہ جناب سید فخر الدین صاحب وکیل خطیب سجادہ شاہ حسینی خلیفہ محبوب العاشقین ظلہ

مبارک ہو مبارک ہو مبارک ہو مبارک ہو
بنایا تمکو حضرت نے خلیفہ اس ولایت کا

کوئی دیکھے تو سید فخر الدین اوسکو دکھا دینا
سند کے واسطے تمغہ ملا ہے جو خلافت کا

قطعہ تاریخ ولادت باسعادت صاحبزادہ ابو الافتخار عبد الباقی خواجہ سید

محمد خلف جناب صوفی سیدی خواجہ سید احمد صاحب النقشبندی البخاری

حضرتِ سید جو ہین میرے رفیقِ دل نواز	فاضلِ بے مثل اولادِ علیِ مرتضیٰ
اونکے گھر پیدا ہوا نورِ نظر لختِ جگر	نیّرِ برجِ سعادت گوہرِ درجِ عُلا
راحتِ جانِ پدر ہے نورِ چشمِ والدہ	جانتے ہین تارا اپنی آنکھ کا سب اقربا
دوستون نے محفلِ عشرت کو گرمایا یون	ہو مبارک کوئی کہتا ہے تو کوئی مرحبا
یہ نہالِ زندگانی میوۂ باغِ اُمید	اے خداوندِ جہان ہر دم رہے پھولا پھلا
عمر سے اپنی یہ برخوردار با اقبال ہو	اس کے سر پر حشر تک سایہ رہے ماں باپ کا

مصرعِ تاریخ برجستہ تم اے مضطر کہو
سہ جبین اچھا خدا نے یہ کیا بیٹا عطا
۱۳۲۴ھ

قطعہ تاریخ ولادت باسعادت دختر نیک اختر جناب قاضی عبدالرحمن صاحب متخلص فوقی تلمیذ مصنف رئیس احمد نگر ملک دکن خلف جناب قاضی احمد صاحب مرحوم

جنابِ عبدِ رحمن قاضیِ ذی رتبہ و خوشخو	جو کلیانی کے ساکن ہین رئیسِ نامی و اعظم
اونہین کا آج نخلِ آرزو تازہ ثمر لایا	عطا لڑکی اونہین کی حق نے مثلِ حضرتِ مریم
رہے پھولا پھلا یہ پھول باغِ زندگانی کا	دعا خلاقِ مہر و ماہ سے اپنی ہے یہ ہر دم

کہو اب مصرعۂ سالِ ولادت تم برائے مضطر
مبارک راحتِ جان ہو یہ بلقیسِ زمان بیگم
۱۳۲۴ھ

قطعہ تاریخ ولادت باسعادت فرزند ارجمند جناب معلی القاب سیٹھ شمس الدین صاحب بہادر رئیس اعظم کلیان ضلع ٹھانہ ملک کوکن دام اقبالہٗ

یہ نشاط ایسی خوشی ایسا طرب یہ فصلِ گل
رات رشکِ شب برات اور دن ہی رشکِ روزِ عید
ہے مہینا عید کا جمعہ کا ہے روزِ سعید
ہے شبِ عرسِ جنابِ شاہِ مخدوم علی
اس مبارک شب مین جو ہین مہر مشفق میرے دوست
حال پر اون کے کرم خلّاقِ دوران نے کیا
دیکھکر روشن جبین اوسکی یہ کہتے ہین تمام
نام ابراہیم اسکا اسلئے رکھا گیا
دیر ہے ہین یہ دعا اوسکے چچا عبد السلام
خوش رہے ماں باپکے سایہ مین یہ طفلِ حسین
پہول اے ساقی پلا بھر بھر کے اب تو جامِ زر
کیا دکھاتے ہین مزہ رنگِ شفق نورِ سحر
اپنی پوری روشنی سے چاند بہی ہی جلوہ گر
قطبِ کوکن قدوۂ اہلِ صفا عالی گہر
نام نامی جن کا شمس الدین صاحب مشتہر
اون کے گھر پیدا ہوا نورِ نظر لختِ جگر
نورِ شمس الدین کا ہے غیرت افزائے قمر
ہے یہ گلرو تازہ باغِ زندگانی کا ثمر
رکھ سلامت اسکو اے خلّاقِ عالم عمر بھر
اپنا دل ٹھنڈا کرین اسکو اقارب دیکھ کر

مصرعۂ تاریخ برجستہ یہ مضطر نے کہا
دیکھنا مہتاب شمس الدین ہوا ہے جلوہ گر
۱۳۲۴ھ

قطعہ تاریخ ولادت باسعادت فرزند ارجمند جناب قاضی عبد الرحمن صاحب تخلص ذکی تلمیذ مصنف رئیس اعظم احمد نگر ملک دکن خلف جناب قاضی احمد صاحب مرحوم

ذکی صاحب جو ہین شاگرد بھی اور دوست بھی میرے
بڑے ہی نیک سیرت ہین بڑی ہی نیک طینت ہین
رئیس نامور کلیان کے ذیجاہ ذی رتبہ
سخندان و سخن فہم و سخن سنج و سخن گستر
ہوا فرزند دلبند اونکے گہر پیدا مبارک ہو
لگا ہو نہین کبھی جاتی ہے رخسارونکی رنگینی
ادہر بخت جگرپان کا ادہر بخت دل الد
سعادت مند با اقبال فرزند گرامی ہو
رہے شاخ نہال آرزو شاداب بار آور

ذکاوت اون کی مشہور اور شہرہ خلق امجد کا
کہانتک مین کرون ذکر آپکے اوصاف بیحد کا
بہت ممنون ہو نہین نہ جبکے لطف وجود بیحد کا
ہے آرزو جہانین جن کے اشعار مجید کا
ہہا یونی کا باعث ہے تولد طفل اسعد کا
نظر آتا ہے اک بوٹا سا یہ اندا ہے قد کا
اگر ہے حاصلہ فرزند مین حرف مشدد کا
کرے روشن الٰہی نام یہ اپنے ابوجد کا
پہلا پہولا رہے گلشن مرے شاگرد ارشد کا

لیجئے سال ولادت کیون تامل ہے تمہین مضطر

لکھو آرام جان ہے دیکھنا مشتاقِ احمد کا

قطعہ تاریخ وفات جناب مستطاب عرش پائگاہ گردون بارگاہ غریق لجہ توحید محو دریائے تفرید قبلہ عاشقان جلوہ وجہ کعبہ فرفتگان نور شہود لختِ جگر جناب بتول نورِ نظر حضرت رسول فانی فی اللہ باقی باللہ مولانا و سیدنا ابو الحسین نوری میان صاحب مارہروی قدس سرہ العزیز

مطلعِ انوارِ یزدان حضرتِ نوری میان　　مخزنِ اسرارِ عرفان مرشدِ روشن ضمیر

مایۂ الفقر فخری شمعِ بزمِ اولیا　　طالبِ مولا حقیقت کیش پیرِ دستگیر

گوہرِ بحرِ کرامت نیّرِ برجِ شرف　　عاشقِ شاہِ اُمم مقبولِ خلّاقِ قدیر

چھوڑ کر دنیا سے فانی راہیِ عقبیٰ ہوئے　　ایک عالم کے جو تھے پشت و پناہِ بےنظیر

مضطرِ مشتاق لکھو مصرعۂ سالِ وصال

نورِ مولا مین ملے نوری میان پیرِ کبیر

قطعہ تاریخ انتقال فاطمہ خانم دختر نیک اختر جناب معلی القاب مرزا عباس بیگ صاحب ناظم محکمہ جنگلات ضلع میدک رئیس حیدرآباد

فاطمہ بنتِ میرزا عباس		شُد نہان زیرِ خاک وا ویلا	

سالِ رحلت چنین بگو مضطر
فاطمہ شب بخلد بزم آرا
۱۳۲۴ھ

قطعہ تاریخ وفاتِ فرزندِ دلبند جناب معلی القاب فیض مآب سیٹھ محمد غلام حسین صاحب بہادر رئیس اعظم قصبہ ارن ضلع قلابہ خلف سیٹھ محمد جعفر صاحب رئیس اعظم ملک کوکن مرحوم مغفور

لاڈلا ماں کا تھا اور باپ کے دلکا پیارا	اور چچا جان کی آنکھوں کا تھا تارا یوسف
ساری بستی کی زبان پر ہے یہ حسرت سے صدا	دو ہی دن ٹھہر کے دنیا سے سدھارا یوسف
کوئی ماں باپ سے پوچھے تو یہ کہدیتے ہین	چلدیا موت کی ہمراہ ہمارا یوسف
نہ رہا آپ نہ کچھ اپنی نشانی چھوڑی	رہ گیا نام یہ دنیا ہین کہ پیارا یوسف
خواب ہین ماں سے ملک کہتے ہین حورونکی پیام	کہ نہ گھبرانا بہت خوش ہے تمہارا یوسف
کبھی کہتے ہین کہ گر صبر کروگے اوسکو	تو قیامت کو ہے بخشش کا سہارا یوسف

ماہ چہ تہا ہے تو سنہ تیرا سو چھبیس ہجری
۱۳۲۶ھ

کہدو اب تم ہی یہ مضطر کہ سدہارا یوسف

سجعات

جناب مستطاب فیضمآب والاخطاب نواب محمد نیاز احمد خانصاحب
بہادر رئیس اعظم صابری چشتی قصبہ سکروڈہ ضلع سہارنپور

مقبول خدا گشت نیاز احمد

جناب مستطاب والاخطاب مولانا منشی راو محمد فیاض علیخانصاحب
بہادر رئیس اعظم قصبہ سکروڈہ ضلع سہارنپور

فیاض علی سا نہوا کوئی جہان مین

جناب مستطاب معلی القاب راو فرزند علیخانصاحب بہادر
رئیس اعظم قصبہ سکروڈہ ضلع سہارنپور

فرزند علی معرکہ کرب و بلا دید

جناب مستطاب فیضمآب نواب منشی محمد حسن خانصاحب بہادر رئیس اعظم قصبہ سکروڈہ ضلع سہارنپور خلف راور حم علیخانصاحب مرحوم

خدا کے ہیں مظہر محمد حسن

جناب مستطاب معلی القاب نواب محمد علیخانصاحب بہادر برادر جناب نواب غلام محی الدینخانصاحب عرف دسوندی خانصاحب رئیس سکروڈہ ضلع سہارنپور

برگزیدہ خدا محمد علی

جناب مستطاب معلی القاب فیضمآب نواب فتح محمد خانصاحب بہادر خلف جناب نواب امداد حسین خانصاحب سجادہ حضرت سید بھیک صاحب رئیس قصبہ سکروڈہ ضلع سہارنپور

شدہ زیب عالم بہ فتح محمد

جناب مستطاب والا خطاب راؤ فیض علیخانصاحب بہادر خلف راؤ سعادت علیخانصاحب بہادر رئیس اعظم قصبہ سکروڈہ ضلع سہارنپور

جہان مین ہے مشہور فیضِ علی

جناب مستطاب والا خطاب نواب حکیم رشید علیخانصاحب بہادر برادرزادہ جناب نواب محمد معصوم علیخانصاحب رئیس اعظم قصبہ سکروڈہ ضلع سہارنپور

عبدِ رشید ہون مجھے دنیا سے کیا غرض

جناب معلی القاب عرش پایگاہ گردون بارگاہ غریق لجہ توحید محو دریائے تفرید صوفی فانی فی اللہ مولانا و سیدنا حضرت خواجہ اللہ بخش صاحب فخری نظامی تحشوی قدس سرہ

ہر گنہگار کو اے اللہ بخش

جناب مستطاب و الاخطاب نواب مسٹر طفیل احمد صاحب بہادر

خلف جناب مولانا مولوی ڈپٹی ضامن علیصاحب مرحوم رئیس اعظم

قصبہ گلاوٹھی ضلع بلندشہر

مقبول دعا شد بہ طفیل احمدؐ

جناب مستطاب معلی القاب والاخطاب فیض مآب نواب

محمود علیخان صاحب بہادر رئیس اعظم محلہ فراشخانہ شہر دہلی

جج ہائیکورٹ رامپور اسٹیٹ

محمود علی شد بہ ہمہ عقدہ کشائی

جناب مستطاب و الاخطاب فیضمآب محمد یعقوب صاحب مجسٹریٹ

صابری چشتی رئیس اعظم محلہ دیپا سرائے شہر سنبھل ضلع مرادآباد

ہست شیدائے محمد یعقوب

جناب مستطاب والاخطاب منشی ڈپٹی محمد جان خانصاحب بہادر رئیس اعظم محلہ کاٹھ کاپل خاص شہر ضلع مرادآباد

محمد جان و ایمانِ جہانست

جناب مستطاب والاخطاب نواب مسٹر فدا علیخانصاحب خلف جناب حافظ مبارک علیخانصاحب بہادر مرحوم رئیس رامپور اسٹیٹ

فدا علی پہ دل و جان سے ہے ہوا دل میرا

جناب مستطاب والاخطاب فیضمآب صوفی و صافی مولوی و مولای حضرت قاضی غلام احمد صاحب مرحوم رئیس احمد نگر ملک دکن

غلام احمد مرسل بدل شوم مضطر

جناب معلی القاب نواب مولانا مولوی محمد اکبر خانصاحب بہادر محلہ اردو حیدرآباد دکن

ہین رسولون مین محمد اکبر

جناب معلی القاب نواب محمد قربان علی صاحب بہمن جنگ
بہادر دام اقبالہ حیدر آباد دکن

دل فدا ہے جان قربانِ علی

جناب معلی القاب صوفی صافی فانی فی اللہ باقی باللہ حضرت
حاجی سیدی محمد وارث علی شاہ صاحب قدس سرہ العزیز

مری جان و دل کے ہین وارث علی

جناب معلی القاب مولانا مرشدنا عامل و کامل فانی فی اللہ
باقی باللہ حضرت خواجہ غلام حسین صاحب فخری نظامی تہانوی مدظلہ

غلام محمد غلام حسین

بالخیر تمت

تقریظاتِ دُرِ تاجِ سخن

تقریظ دلپذیر از فکر عالی کلکِ گوہر سلکِ معنیٰ نگار عالی افتخار جوہر شمشیر فصاحت گوہر درج بلاغت جناب معلی القاب مولانا منشی حکیم سیّد محمد علی صاحب ملیح آبادی المتخلص بہ عرش مدظلہ

اردو زبان مین دن دونی رات چوگنی ترقی ہو رہی ہے، اور جدید تصنیفات، تالیفات تراجم، کی بہر مار ہوتی چلی جاتی ہے۔ مگر اس ذخیرے مین اگر ڈھونڈھو، اور کھوج لگاؤ، تو کار آمد اور مفید کتابین بہت کم نکلین گی، جن کے دو چار صفحے ہی پر اردو زبان مین اضافہ کئے جانے کا اطلاق ہو سکے۔ یا کم سے کم رطب ویابس ہی مین شمار کیجا سکین۔

یہ کیون ؟۔ اسکا سبب یہ ہے کہ جس کو اہل علم کا طبقہ کہہ سکتے ہین، اوس طبقہ نے بعد تحصیل وفراغ علوم رسمیہ، متداولہ علمی مذاق سے بالکل دلچسپی نہین رکھی، نہ اہل علم اور شائقین علم و فن کے مجمع اور صحبت سے، استفادہ۔ تبادلہ خیالات۔ علمی اور عملی کیطرف مائل ہوئے، نہ ممالک متحارِبہ کے حالات سے

کماہی واقفیت پیدا کی۔ بجز ادخال دائرہ ملازمت، جلب منفعت، اور جستجو سے اشکال اکل وشرب، ضروریات روزمرہ، علمی عملی کام نہ لیا۔ جس کا یہ نتیجہ ہوا کہ اہل علم درگور، اور علم درکتاب کا، مصداق ہوگیا۔ اور ایسی کساد بازاری شروع ہوئی کہ اوچھے۔ دو زہریلے پانی کے چند گھڑے اوبل پڑے۔ اس سمی پانی سے اردو کے ہونہار، سبز و شاداب پودے، پژمردہ ہوکر کملانے اور سوکھنے لگے لیکن باغبان اردو اوسی طرح بادۂ غفلت مین سرشار ہین۔

اسوقت ایک دیوان مسمی بہ دُرِ تاجِ سخن ہمارے پیش نظر ہے جسکو اوّل سے آخر تک بالاستیعاب دیکھا۔ اور خوب دیکھا ؟ حقیقت یہ ہے کہ ہمارے مکرم دوست منشی محمد علیصاحب مضطر دہلوی (نبیرہ حضرت خواجہ میر درد علیہ الرحمہ) یادگار خاندان ہین۔ جنکا سارا دیوان کا دیوان، اوسی خاندانی خصوصیات، شان، رنگ، مذاق، مین ڈوبا ہوا ہے۔ مضامین وہی۔ وہی لوچ، نزاکت، شگفتگی۔ عالی خیالی، بلند پروازی، موجود ہے۔ وہی بےچین اور دل مین گدگدی پیدا کرنے والی تشبیہین، وہی شب فراق و ہجر کی آہ وزاریان، وہی نالۂ جانسوز، و دلگداز ترانے عالم جوانی کی سرمستیان۔ بوالہوسان محبت اور رندان خرابات کی ہوسناکیان عشق حقیقی کے جذبات، اور شاہد حقیقی کی لو، پر اثر خیالات، عالم کا نشیب و فراز،

اہل کمال کی نا قدر دانی، زمانہ کی بدسلوکی روزمرہ سیدہی سیدہی صاف صاف میٹھی میٹھی باتین، آپس کی نوک جہوک، زاہدانِ خشک اور ریاکار کی مکّاریان، مجازیت کے اِشارے۔ کنائے۔ عشوے، غمزے، ادا کی بولتی ہوئی تصویرین اصطلاحات اِستعارات۔ محاورات۔ اور دہلی کی ٹکسالی زبان، دیگر اصناف شاعری کے جیتے جاگتے مجسّمے پیش کیے ہین۔

حقیقت مین نگاہ اِس دیوان کو دیکھکر تمامی مضامین، خیالات، جذبات، اثرات۔ مذاق کے اشعار کا لطف اٹھا سکتی ہے اِس طبقہ کے اور حضرات کا بہی کلام نظر سے گزرا، مگر جو جناب مضطر دہلوی کے دیوان مین لطف ہے وہ۔ کچھ اور ہی شئے ہے۔ یہ دیوان ایسا ہے۔ کہ ہر سخن سنج، سخن فہم۔ سخندان کو اسپر نظر ڈالنی چاہیے اور وہان کے باشندون کے لیے تو یہہ خصوصیت سے ایک نعمت غیر مترقبہ، بے بہا ذخیرہ، زباندانی کا راہنما ہے۔ جو زبان دان نہین ہین۔ مگر زباندانی کا شوق اور اہل زبان سے فیض اُٹھانا چاہتے ہین۔

بیشک اِس دیوان کو دیکہکر یہ کہا جا سکتا ہے کہ اکثر تخیلات اور جذبات اِسمین اچھوتے، سچے، موثر، نصیحت پذیر، عبرت انگیز ہین اور اردو مین ایک قابلِ قدر اضافہ ہے فقط۔

تقریظ دلپذیر از فکر عالی متعالی جناب معلی القاب مولانا مولوی محمد محمود عالم صاحب المتخلص بہ قیصری ریاست کوٹہ ملک راجپتان

سچ تو یہ ہے کہ شاعری کسی کی میراث نہین ہے اور شعر گوئی کے لئے کوئی
مضمون بھی مختص نہین ہندوستان مین صدہا ہزار ہا شاعر ہین اور ہوتے جاتے
ہین مگر شعر کے لئے جب زبان کی ضرورت پڑی تو دہلی کے محاورات کی تلاش
ہوئی تو دہلی سی دہلی ہی کی زبان اور محاورات نے شعرون مین فصاحت خداداد
سے نام پا کر مشرق سے مغرب تک اپنا سکہ جما دیا ہے دہلی کی وہ ایک زبان
ہے جس کا لوہا تمام مانتے ہین دہلی ہی وہ ایک بے مثل سرزمین ہے۔ جہان
ذوق و غالب داغ مرحوم و ظہیر وضیا ذطلہ سے شاعر گرامی قدر پیدا ہوے کہ
جن کی نظیر اور عدیل اور اطراف مین معدوم ذوق مرحوم نے اردو زبان مین جو
جان ڈالی ہے زمانہ گواہ ہے غالب کی صحت و درستی کا جہان قائل ہے
داغ کی زبان اور فصاحت سے بھرے ہوئے اشعار کا ایک عالم شیدا ہے۔
کیون نہو۔ دہلی کا اثر حضرت خواجہ میر درد رحمتہ اللہ علیہ جن کو ہر ایک
اردو کا بولنے والا جانتا ہے کہ اردو کے وہ کون تھے ؟ غرض یہ ہے کہ دہلی

ہی کی زبان کا نام۔ اردو ہے اور دہلی ہی کے خطہ سے اردو شاعری کے مادہ کی اصل ہے اور باقی سب اس کے خوشہ چین ہین اور یہہ سچ ہے کہ دہلی کے ایک بھٹیارے کا لڑکا جس فصاحت سے اردو مین بات چیت کرنے کا عادی ہوگا اوس کے مقابلہ مین دوسرے شہر کا بہت بڑا اردو دان مثل طفلِ مکتب ہے اسکی نظیر کے حضرات لکھنؤ اور دہلی کے وہ وہ معرکہ جو صرف زبان دانی اور محاورات کی تحقیق مین گذرے ہین شاہد ہین۔ اور محتاج بیان نہین۔

اس سے ہماری غرض اور منشا یہ ہے کہ ہمارے شفیق مکرم رفیق معظم منشی سیّد محمد علی صاحب المتخلص بہ مضطر کا جو یہ دیوان ہے اپنے آپ لاثانی ہے۔ محاورات کی بندش مضامین کی شستگی الفاظ و تلفظ کی صحت دہلی کے روزمرہ کی باتین ایک ایک رنگ علیحدہ علیحدہ دکھا رہی ہین جس جگہ حسرت کا بیان ہے دل کو توڑ دیا ہے وصل کے ذکر مین آتش شوق بھڑکا دی ہے صدمۂ فراق سے کوہ الم توڑ کر سینۂ عاشق پر گرا دیا ہے۔ غرض یہ کہ ایک ایک مضمون اپنا ایک ایک سین دکھا رہا ہے ہر ہر جملہ سے ایک ایک مرقع نمایان ہو رہا ہے حضرت مضطر ہمارے محب مخلص دہلوی ہین پھر کیون نہ ٹکسالی زبان کے مالک ہون دہلی کے محاورات بندش بھلا کیسے چھوٹ سکتی ہے اور دہلی کے دلچسپ اور چلبلے فقرون کا استعمال کسطرح رکستا ہے

علاوہ ازین سونے پرسہاگا حضرت فراق شہرۂ آفاق کے شاگرد و ارشد اور رشتہ
کیطرف سے خواہرزادہ ہین پہر کیون نہ اس کلام مین دل لبہانے کا اثر پیدا ہو اور
زمانہ شیدا ہو دعا ہے کہ یہ دیوان مقبول انعام ہو اور زبان زد خاص و عام ہو فقط

قطعات تاریخ دُرِ تاج سخن

(۱) جناب مستطاب معلی القاب مولانا مولوی سیٹھ میمن محمد عبدالرحیم صاحب
اختر خوش اختر رئیس گہمانڈوی حال وارد بمبئی تلمیذ حضرت ظہیر دہلوی

خوش بیان کا واہ کیا کہنا	خوب دیوان انتخاب کیا
کی نظر جس نے حسنِ معنی پر	رہگیا تہام کر وہ دل اپنا
ہائے کیا چلبلے مضامین ہین	منہ سے بے ساختہ یہی نکلا
فکرِ تاریخ جب ہوئی اختر	ہاتفِ غیب سے یہ آئی ندا

سرِ حاسد اتار کر کہہ دو
طبع دیوان بے نظیر ہوا۔ ۱۳۲۸

(۲) جناب مستطاب مولانا مولوی منشی محمد سلیمان صاحب بہ تخلص اوج

احمد نگری شاگرد حضرت تجمل جلال پوری

جو دیوان مضطر کا شایع ہوا　ہوئے شادمان جتنے ہین اہل فن

چمکتی ہوئی اوج تاریخ لکھ
فروزندہ ہے ماہ برج سخن
۱۳۲۸ھ

(۱) جناب مستطاب مولانا مولوی سید محمد احسن میاں صاحب المتخلص بہ احسن اڈیٹر پرچہ فصیح الملک مارہروی ضلع ایٹہ تلمیذ فصیح الملک داغ دہلوی

مرے دوست سید محمد علی　طبیعت بہت جن کی معقول ہے
اونہین شعر گوئی کا ہے شوق یہ　کہ دن رات دل اوس مین مشغول ہے
مرتب جو دیوان وہ کر چکے　تو تاریخ گوئی بھی معمول ہے

جو ہے فکر تاریخ احسن تو لکھ
کہ دیوان مضطر یہ مقبول ہے
۱۳۲۸ھ

(۱) جناب مستطاب مولانا مولوی سید محمد حسن صاحب المتخلص بہ احسن تلمیذ حضرت نور محمد صاحب انور مدظلہ الاکبر

ہے پیش نظر جلوۂ محبوب سخن		قربان ہون نہ کیون دیکھکے ہم اسکی ادا ہین

دیوان مین مضطر کے ہے کیسی خوبی
دلّی کی زبان ہوتی ہے کیا خوب احسن
۱۳۲۸ھ

(۱) جناب مستطاب غلام محبوب خانصاحب جمعدار صرفخاص ساکن بیرون یاقوت پورہ حیدرآباد

چھپ گیا لو مضطر نازک بیان کا اب کلام		ہے لکھائی جسکی عمدہ ہے چھپائی حسب حال

اشہر اسکی طبع کی کہتی ہو گر تاریخ تو
نیک آوان چھپ گیا مضطر کا دیوان کہدو سال
۱۳۳۰ھ

(۲) عالیجناب معلی القاب مولوی دولت خانصاحب ساکن دار الشفا کوچہ نواب ظہیر الدین خانصاحب حیدرآبادی

دہلوی مضطر کا دیوان چھپ گیا		واہ کیا کہتے ہین اوسکے واہ واہ

کہدو آنجل خوب ہے یہ سال طبع
مضطر میمون کا دیوان چھپ گیا
۱۳۲۸ھ

(۱) جناب مستطاب مولانا مولوی حضرت نور محمد صاحب بہ انور مدرس مدرسہ ہاشمیہ واقع مسجد ذکریا بمبئی تلمیذ حضرت نظامی صاحب مدرس اعلیٰ وطبیب

یہ ہے مضطر دہلوی کا کلام — ہے جن کا لقب حضرت درد سے
مزا ہیں آمد کے لکھے ہیں خوب — بچایا ہے دیوان کو آورد سے
اسے ہے جو نقاد نقد سخن — نہ سمجھے گا کم جو ہر فرد سے

کہا مصرع سال انور نے یہہ
بھرا ہے ہر اک شعر کیا درد سے
۱۳۲۸ھ

ولہ

اس بانکپن سے کے ساتھ یہ دیوان چھپگیا — گویا عدو کے واسطے شمشیر کھنچگئی

تاریخ عیسوی کہی انور نے لاجواب
توام یہ عشق وحسن کی تصویر کھنچگئی
۱۹۱۰ء

ولہ

پرکھو نگاہ والو اس گوہر سخن کو — کہتے ہیں خاص اسکو طرز بیان دہلی

انور نے خوب لکھا ترتیب کا یہ مصرع

ہے اِس سخن مین کیا کیا رنگِ زبانِ دہلی
۱۳۲۷ھ

(۱) جناب معلے القاب مولانا مولوی محمد عبد الحمید صاحب المتخلص بہ آزاد سب جسٹس بلدہ حیدر آباد تلمیذ نواب فصیح الملک داغ دہلوی مرحوم

مطبوع ہوا کلام نایاب و فصیح	مضطر نے دکھائے ہین ہنر کے جوہر

آزاد کہو تم اِس کا سالِ تاریخ
اعجاز کمال ہے کلامِ مضطر
۱۳۲۸ھ

(ب) جناب معلی القاب مولانا مولوی منشی محمد علی صاحب منصبدار علاقہ دیوانی نبیرہ بلہار صاحب مغفور حیدر آبادی تلمیذ سخی مرحوم از خاندان آتش مرحوم

مضطرِ شیرین سخن کا ہی کچھ ایسا کلام	دیکھ کے باغِ سخن اُڑ گیا رنگِ چمن

کہد یا بیدار نے سمجھ مین سالِ طبع
خوب ہے پہولا پہلا اب یہ نہالِ سخن
۱۳۲۸ھ

ولہ

چہپ گیا دیوانِ مضطر چہپ گیا	جسمین اک مضمون نہین طول و فضول

کہدو اے بیدار اس کا سال تم
چھپ گیا مضطر کا دیوانِ قبول
۱۳۲۰ف

ولہ

مضطر کا دل نہ کیون ہو شگفتہ مثالِ گل
فضلِ خدا سے پہولا پہلا گلشنِ سخن

بیدار معجمہ مین یہ کہدے تو سالِ طبع
شاد آب آج ہو گیا ہے نظم کا چمن
۱۳۲۸ھ

جناب مستطاب مولانا مولوی محمد نور خان صاحب بہ تخلص بیدل شمس آبادی اجمیری تلمیذ بلبلِ بوستان ناز کخیال طوطی شکرستان خوش مقالی اقم الدولہ مولانا ظہیر دہلوی جانشین حضرت ذوق

مضطرِ خوش فکر کا دیوان چھپا
کون مضطر یادگارِ میر درد
ہین نئے مضمون نئی طرزِ سخن
ہے سخن گوئی مین استادی کی شان

فقرہ فقرہ جس کا پُر تاثیر ہے
جس کی اقلیم سخن جاگیر ہے
شاعری کی اک نئی تصویر ہے
انحراف اسباب سے تکفیر ہے

کیا رباعی کیا قصیدہ کیا غزل
خاص اردوے معلےٰ کی زبان
ہے یہ دیوان یا کہ فنِّ شعر کی
اسکا اک اک شعر سُن کر وجد مین
ہیت سنہ طبعِ بے بدل فی البدیہہ

دسترس ہر اک مین شکلِ بہتر ہے
صاف ہر اک شعر بین تحریر ہے
ایک جیتی جاگتی تصویر ہے
آفرین خوان روحِ دردؔ و میرؔ ہے
تعقیدِ کاغذ پہ یون تسطیر ہے

ہے بیانِ مضطرِ معجز بیان
یا زبانِ میرزا و میرؔ ہے
۱۹۱۰ء

(ب) جناب مستطاب مولانا مولوی محمد نادر علی صاحب برترؔ تخلص تلمیذ یادگار
خاندانِ غالب اڈیٹر سابق پرچہ نسیم دکن مقیم شاہ علی بنڈہ حیدرآباد دکن

مبارک عندلیبانِ سخن کو
یہ ہین باغِ جنابِ دردؔ کے پھول
کرون تعریف انکی مین رقم کیا
ہوی برترؔ کو جب دم فکرِ تاریخ

بہت پھولا پھلا بستانِ مضطر
ہے حُسنِ بہارستانِ مضطر
سخن سے خود عیان ہی شانِ مضطر
پکار اُٹھا ہر اک ارمانِ مضطر

گزر کر از سرِ اندوہ کہدو

سکونِ دل ہے یہ دیوانِ مضطر
۱۳۱۹ ف

ب) جناب معلی القاب مولانا مولوی سیدی سندی میاں محمد اسحاق صاحب
المتخلص بحکل رئیس انبالہ مقیم ریاست جوتپور تلمیذ حضرت مصنف

تعالی اللہ زہے دیوانِ حضرت	زسرتا پا خیابانِ بلاغت
نگوییم شاعرِ رنگین بیانش	بہ ملکِ شعر میدار و کرامت
زبان با حسن مضمون دوش بر دوش	بجائے عشوہ و جائے طلاقت
گہے در ساز و سوز دگاہ در ناز	گہے تصویر غم گہ شکلِ راحت
حجابِ جلوہ اش نازک بیانند	نقابِ غمزہ اش رنگِ لطافت
شدہ مطبوع چوں دیوانِ مضطر	کلامِ خوب ترجانِ بلاغت

من از نوکِ زبان گفتیم ہیکل
سنِ ہجریش۔ اشارِ فصاحت
۱۳۲۸ ھ

ت) جناب مستطاب معلی القاب حاجی سید تجمل حسین صاحب تجمل چشتی
النظامی قادری الفخری جلال پوری مقیم بمبئی

دلچسپ ادا بندی انو کہے ہین مضامین | اندازِ بیان دیکھیے کتنا ہے غضب کا

کیونکر نہ ہو مقبول زمانے مین تجمل
دیوان یہ ہے مضطرِ پاکیزہ لقب کا
۱۳۲۸ھ

ولہ

واہ اے مشاطۂ گیسوے محبوبِ سخن	تو نے کیسی جانفشانی سے سنواری بول چال
پہر بہی ایسی کرتے ہین لٹھ مار باتین مدعی	کرتی ہے سر پیٹ کر فریاد و زاری بول چال
جسکو دیکھو اُس کا دعویدار آتا ہے نظر	خاص اردوے معلی ہے ہماری بول چال
ہان مگر دیوانِ مضطر جو چھپا ہے اندنون	اسمین پائی جاتی ہے دلّی کی ساری بول چال
روزمرہ کیون نہ قربان دل مصنف پر کرے	جبکہ رکہتی ہے خیالِ جان نثاری بول چال
حضرتِ مضطر مین ہین موجود ساری خوبیان	میل جول آدابِ محفل وضعداری بول چال

مصرعِ سالِ مسیحی یون تجمل نے لکہا
کتنے اچھے ہین یہ مضمون کیسی پیاری بول چال
۱۹۱۰ع

ولہ

اے اہلِ زبان دیکہو اشعار ہین مضطر کے | موجود ہے سارا رنگ اردوے معلی کا

تاریخ سن فصلی کہدو یہ تجمل تم

دیوان ہین ہے کیسا رنگ اردوے معلی کا
۱۳۱۹ف

(عش) جناب معلی القاب مولانا سید نجم الدین صاحب المتخلص بہ ثاقب بدایونی الملقب بہ پہلوان سخن وطوطی گجرات واڈیٹر رسالہ المحبوب حال وارد حیدرآباد دکن محلہ شاہ علی بنڈہ

درِ تاجِ سخن۔ دیوانِ مفصطر جب ہوا شائع
ہوا آراستہ جسمِ عروسِ نظم پُرزیور

یہ دیوان ہے وہ دیوان جسکے چھپنے کی ضرورت تہی
ہوا احسان اک اہل زبان کا آج اردو پر

یہی اک یادگارِ خاندانِ درد باقی ہین
رہین پر ناز ان کے ہم زبان کرتی رہی اکثر

غنیمت ہے یہ دم بہی دہلی والو نمین خدا رکہے
طبیعت ہم بہی خوش کر لیتے ہین انکی غزل سنکر

جو فکرِ سال ہے ثاقب تو کیون سر در گریبان ہے
سن فصلی لکہو تم بہی۔ کلامِ افصح مضطر
۱۳۱۹ف

ج جناب معلی القاب مولانا مولوی محمد عبد الغفور صاحب صدیقی المتخلص بہ جودت منصبدار رکاب عالی وصرفخاص تلمیذ حضرت شوق علائی

صد شکر خداوندِ دو عالم مضطرؔ
دیوان ترا اپنی نظیر آپ ہوا

بیساختہ کہدو سنِ ہجری جودتؔ
گنجینۂ اسرارِ سخن چاپ ہوا
۱۳۲۸ھ

(ح) جناب معلی القاب میر ترابعلی صاحب جمیلؔ تلمیذ حضرت ثاقب صاحب طوطی گجرات و پہلوان سخن و اڈیٹر رسالہ المحب حال وارد محلہ شاہ علی ٹنڈہ حیدرآباد رئیس بدایونی ضلع ایٹہ

اللہ رے حسنِ طبعِ مضطرؔ
ہر شعر مین اک نئی ادا ہے

دیوان سے زیادہ اسکی ہیبت
ذرہ خورشید سے سوا ہے

شوخی ہے بیان مین کچھ ایسی
رنگِ رخِ یار ہی فدا ہے

سُنکر جسے باغ باغ ہین دل
طرزِ بندش وہ دل کشا ہے

شائع ہوتا ہے اسکا دیوان
مژدہ یہ جمیلؔ جانفزا ہے

ہے نغمہ سرا زبانِ بلبل
اک پھول یہ ہے باغ درد کا ہے
۱۳۲۸ھ

(ج) جناب معلی القاب مولانا مولوی حافظ محمد جلیل حسن صاحب المتخلص بہ جلیل جانشین امیر احمد مینائی لکھنوی مرحوم و مغفور شاعر خاص و مصاحب دربار شاہ دکن خلد اللہ ملکہ

نیا ہے دیوان نیا سخن ہے سخن ہے یا دل کشا چمن ہے
جو شعر ہے شاخِ نسترن ہے جو لفظ ہے نغیرتِ گلِ تر
صبا سے چھپنے کا سُنکے مژدہ ہوئے ہزاروں کے دل شگفتہ
جلیل نے سالِ طبع اس کا لکھا کلامِ فصیحِ مضطر
۲۸ ۱۳ ۱۳

(ح) جناب معلی القاب مولانا مولوی منشی حافظ محمد ابراہیم صاحب انعامدار متوطن ضلع محمد آباد بیدر تلمیذ حضرت مصنف

حضرتِ مضطر کا دیوان چھپ گیا اللہ کا شکر آسمانِ شعر کے مشہور ہیں بدرِ منیر
اسلئے اپنے پرائے کہتے ہیں تاریخ اب
کہدو حافظ سال تم۔ ہے بے عدیل و بے نظیر
۱۳۱۶ ۱۳۱۶

(خ) جناب مستطاب مولانا مولوی عبدالکریم صاحب المتخلص بہ خادم

مالیگانوی شاگرد حضرت تجمل جلال پوری

بصد خوبی ہوا مطبوع دیوان　　مبارک باد [illegible] مضطر

سناؤ مصرعِ تاریخ خادم
پسندِ طبع ہو دیوان مضطر
۱۳۲۸ھ

(۱۳) جناب مستطاب مولانا مولوی شیخ محمد بخش صاحب رشید ساکن ایگت پوری شاگرد حضرت تجمل جلال پوری

غضب کی طبیعت میں شوخی بھری ہے　　نہ کیوں چلبلے ہوں مضامین مضطر

رشید اتنی ہے فکر تاریخ کی کیا
کہو بے تکلف رہا حسین مضطر
۱۳۲۸ھ

(۱۴) جناب مستطاب مولانا مولوی منشی علی احمد صاحب المتخلص بہ زیرک شاہجہانپوری تلمیذ حضرت برتر

مضطرِ خوش فکر کی ہے فکر بھی　　شانہ کش زلف نگارِ سخن

طبع سے دیوان کے وہ رونق بڑھی　　ہو گیا آباد دیارِ سخن۔

شور ہے زیرک کہ نسیم زبان
لائی ہے کیا تازہ بہار سخن
۱۳۲۸ھ

ولہ

چمکا ہوا ہر شعر ہے اس دیوانکا | روشن نہ ہو کس طرح سے نام مضطر

زیرک تجھے تاریخ کی ہے فکر عبث
کہہ ہدیۂ نایاب کلام مضطر
۱۳۲۸ھ

(س) جناب معلی القاب مولانا مولوی حکیم محمد عبدالحی صاحب تخلص سعدی خاندانی طبیب حیدرآبادی محلہ شاہ علی بنڈہ

نحمد اللہ العزیز الاکبر	من لدنہ رحمۃ للاصغر
اول الفرض لعبد حمدہ	ہذ وصف المضطر فی الاخر
وہو فی الشعر لبیب ماہر	ان شعرہ عن قبیحات بری

ارخ السعدی لطبع شعرہ
انظروا حسن الکلام المضطر
۱۳۲۸ھ

ولہ

ترتیب داد دیوان کو ۔ بنگر کمال مضطر
در خاندان درد است ۔ این است حال مضطر
سعدی سرائے مدح است ۔ حسن کمال مضطر

داری چو فکر سالش
گو قیل و قال مضطر
۱۳۲۶ھ

وله

طبع اب ہوگیا مضطر کا کلام ۔ شوق مین جسکے ہر اک تہا مضطر

اسکی کہنی ہو جو سعدی تاریخ
کہدو دیوان نفیس مضطر
۱۳۲۶ف

(س) جناب منتظم جلا نا مولوی سید سلطان میان صاحب بہ تخلص سلطان منگرولی تلمیذ حضرت تجمل جلال پوری

غزل ہر ایک ہے بہتر سے بہتر ۔ نہ کیون ہر شعر ہو اچہے سے اچہا

لکہو تم مصرع تاریخ سلطان
چہپا دیوان مضطر صاف و زیبا
۱۳۲۸ھ

(س) جناب مستطاب مولانا مولوی منشی محمد سعید صاحب تخلص سعید

کیا ہی تلمیذ حضرت تجمل جلال پوری

اس سے آگاہ ہر سخنور ہے	آپ ہیں یادگار خواجہ درد

مصرع سال طبع کہہ دو سعید
جانفزا کیا کلام مضطر ہے
۱۳۲۸ھ

(ش) جناب مستطاب معلی القاب مولانا غلام محمد صاحب تخلص شوق
حیدرآبادی آغائی ابو العلائی صیغہ دار محکمہ عدالت و کوتوالی و امور عامہ سرکار عالی

درد دل را نسخہ آمد بدست	حبذا دیوان مضطر طبع شد
این دوا ے دردمند عشق ہست	با مسیحا گفت رضوان مژدہ

از سر جان شوق سال طبع گفت
ہست زاہد پارسا زین بادہ مست
۱۳۲۸ھ

(ص) جناب مستطاب شاعر بے بدل مولوی مولائی سیٹھ محمد عبد الغفار
صاحب شاکر متوطن وانمباڑی علاقہ مدراس

حضرتِ مضطر نے کیا دیوان لکھا واہ وا　　ہے خیالِ پاک کا پاکیزہ دفتر پاک وصاف

کیا عجب کیا بعد اس کا مصرعِ تاریخ مطبوع کتاب
لکھدی شیدا کرتے کہ۔ ہے دیوانِ مضطر پاک صاف
۱۳۲۸ھ

(۵) جناب مستطاب مولانا مولوی محمد عبدالاحد صاحب المتخلص بہ شفق
متعلم مدرسہ ہاشمیہ بمبئی تلمیذ جناب حضرت انور صاحب مد ظلہ العالی

چھپا ہے خوب یہ دیوانِ حضرتِ مضطر　　ہر ایک شعر غضب کا ہے چلبلا دلچسپ

شفق نے مصرعِ تاریخ طبع یہ لکھا
کلامِ مضطر جادو بیان ہوا دلچسپ
۱۳۲۸ھ

(۶) جناب علی القاب مولوی مولائی میر کاظم حسین صاحب المتخلص بہ شیفتہ
کنتوری حال وارد حیدرآباد

کھلا دیوان کے عالی مضامین سے　　رسا ہے ذہن تا کیوان مضطر کا

لکھی ہے شیفتہ نے طبع کی تاریخ
چھپا ہے اندنوں دیوان مضطر کا
۱۳۲۸ھ

(ق) جناب مستطاب الاخطاب نواب محمد حسن خانصاحب بہادر المتخلص بہ عشق رئیس ضلع سہارنپور شاگرد رشید حضرت مصنف

کلام حضرت استاد چہپکر ہو گیا شایع
یہ دلی کی زبان ہے خاص اردوے معلی ہے
تلامیذ اِس سے کیا کیا فیض پائینگے زمانہ مین
جناب دردؔ کے ہین خاندان مین حضرت مضطرؔ

ہر اک مطلع ہے رو کش مطلعِ مہرِ درخشان کا
یہ مضمون کسنے لکہے اور کہان ایسا سخن پایا
کہ فنِ شعر کا اُستاد ہے ہر صفحہ دیوان کا
غرا ہر شعر ہین اسواسطے ہو در یتیمان کا

سروش غیب نے تاریخ کا مصرع کہا عشقؔ
یہ جانے شاعری دیوان ہے اوستاد ہمہ دان کا
۱۳۰۸

(ص) جناب معلی القاب مولانا محمد عبدالکریم خانصاحب متخلص صبر دہلوی ملازم مہاراجہ سر کشن پرشاد یمین السلطنۃ مدار المہام بہادر سرکارِ عالی

سبحان اللہ طبع ہو گیا ہے
اگر پوچہو زبان - تو خاص اردو
خیالِ صبرؔ بہی یون بول اوٹہا

خزانہ شعر کا مضمون کا دفتر
ہر اک بندش ہر اک بندش سہی خاطر
کہ ہو تاریخ بہی دیوان کی بہتر

نکلا فکر سے سالِ عطیہ ۱۱۳۰ھ
ملا ہے وزرد سے دیوانِ مضطر ۱۳۲۸ھ

ولہ

بندش سہے ساری چست مضامین سب درست　　مضمون پاک صاف تو ستہری زبان ۔ کہو ۔

دیوان کے طبع ہونیکی تاریخ تم بھی صبر
اعلیٰ کلام مضطرِ جادو بیان ۔ کہو ۱۳۲۸ھ

ولہ

مضطرِ دہلوی کے دیوان مین　　نئے مضمون پاک صاف زبان
ایک دریا مین مختلف موجین　　کیا دکھایا ہے زورِ طبع روان
کہین آسان کو کردیا مشکل　　کہین مشکل کو کردیا آسان
طبع کے سال کا ہوا جو خیال　　بول اوٹھا فکرِ نظم صبر کہان

سرِ اعدا نکالکر کہدو
خوب بہتر چھپا ہے یہ دیوان ۱۳۲۸ھ

ض) جناب مستطاب معلی القاب و الاخطاب استاذ زمان صاحبعالم حافظ مرزا امیر الدین صاحب المتخلص بہ ضیا تیموری دہلوی

جانشین استاد جہان فصیح الملک ناظم یار جنگ دبیر الدولہ
استاد شاہ دکن نواب مرزا خان صاحب داغ دہلوی مرحوم مغفور

کلام میر محمد علی مضطر کا
دلوں پہ کندہ رہیگا یہ نقش زیور طبع

ضیا بہ تعمیہ بے نقص لکھدو مصرع سال
ہے اوج مضطر کامل کمال گوہر طبع
۲۸ ۱۳ ا

(ط) جناب مستطاب معلی القاب مولانا مولوی مرزا محمد طاہر بیگ صاحب
طاہر محلہ مغلپورہ خاص شہر مرادآباد

خدا کا اللہ اے مضطر چہ دیوان گلفشان گفتی
کہ پر و رکرد معنی راز مضمونہائے سنجیدہ

گلش حرف و سطورش شاخ و شبنم نقطہا باشد
برائے بزم احباب این عجب گلدستہ گردیدہ

زبان قاصر بوصف حسن مضمونش ہمین کافی
ورا دیدہ عجب دیدہ پسندیدہ طرب چیدہ

خداوندا مبارک این چمن بند مضامین را
کلام فرحت افزا و سخن سنجیدہ سنجیدہ

بگو تاریخ طبعش طاہر دل خستہ از فرحت
چہا دیوان پسند طبع خاص و عام گردیدہ
۲۸ ۱۳ ا

ولہ

خوب دیوان لکھا تم نے جنابِ مضطر　　آپ کو شاعرِ طرار بجا ہے کہنا
اسمیں غزلیں ہیں چمکتی ہوئی عالم افروز　　اسکو خورشید پر انوار بجا ہے کہنا
کہیں ہیں سوز کے گل اور کہیں ساز کے پھول　　عشق اور حسن کا گلزار بجا ہے کہنا

تم بھی تاریخ چمکتی ہوئی لکھو طاہر
ماہ خوبی سے اسے دو بار بجا ہے کہنا۔
۱۳۲۸ھ

(ظ) جناب معلی القاب استاد مسلم الثبوت راقم الدولہ بہادر سید ظہیر الدین صاحب حسین خاں صاحب المتخلص بہ ظہیر دہلوی الملقب نواب میرزا آخری یادگار خاقانی ہند استاد ذوق مرحوم دہلوی وارد حیدر آباد دکن

بحمد اللہ ہوا مطبوع مطبع　　ریاض بے خزان بستانِ مضطر
ظہیر اس گل کدہ کی ہے یہ تاریخ
قبولِ اہلِ دل دیوانِ مضطر
۱۳۲۸ھ

(ع) جناب معلی القاب مولانا مولوی محمد عبد العزیز صاحب مہاجر

مصنف کتاب الانسان وغیرہ منتظم دفتر صدر محاسبی سرکار عالی

داد ترتیب شاعر دیوان		ہست مشہور نام مضطر ہند

سالِ ترتیب عزیز در ماندہ
گفت عمدہ کلام مضطر ہند
۱۳۱۸ف

ع) جناب معلی القاب مولانا مولوی حکیم عبدالکریم صاحب ساکن
محلہ موتی گلی حیدر آباد دکن

چھپ گیا دیوان تو اب مضطر خوش فکر کا		ہے کلام ایسا کہ جی چاہتا ہی ہر آن دیکھیے

مصرعہ تاریخ اسکا کہدو اے عبدالکریم
چھپ گیا نازک زبان مضطر کا دیوان تو دیکھیے
۱۳۲۸ہ

ف) جناب معلی القاب مولانا مولوی محمد عبدالولی فاروقی حیدر آبادی
تلمیذ حضرت داغ دہلوی مرحوم

کیون نہ آنکھون پر رکھین دیوان کو اہل کمال		روزمرہ صاف بندش چست مضمون بیمثال
مصرعۂ تاریخ بہی سب سے اچہوتا ہو فروغ		ایسے دیوان کے لیے تاریخ ہی اپنی کال

مصرعۂ تاریخ یون لکھدے فروغ نکتہ رس
مضطر بیدل کا دیوان چھپ گیا ہی لازوال
۱۸ ۱۳

(ف) جناب فخر الاخطاب نواب محمد مرزا احسن علی بیگ صاحب بہادر المتخلص بہ فرحت منصبدار و جاگیردار خلف جناب فخر الحجاج ابراہیم بیگ صاحب مرحوم مصاحب شاہ دکن خلد اللہ ملکہ تلمیذ حضرت مصنف

اے نظم دلپسندت چون انگبین و شکر
ہر لفظ لعل و مرجان ہر کلمہ دُر و گوہر

نازِ سخن کہ نازد جانانِ سیم و غبغب
انداز ہر کلامش انداز حور منظر

ہر مصرع غزل را گوئی کہ قند مصریست
ہر شعر پارہ از رخسار ماہ پیکر

جائے کہ ذکر وصل شوخ جہان بیاید
از ہر ادائے ذکرش لطفِ دگر میسّر

جا بیکہ ذکر ہجر جانانِ سیم تن رفت
کوہ از صدمۂ غم بر دل فتاد آخر

جا بیکہ ذکر حسن آن شوخ چشم آمد
حسن قمر جمالِ شمس آمدہ مکدر

چون آمدہ بگوشم مطبوع گشت دیوان
زین مژدہ طبع مخزون گردید شاد خوشتر

فرحت درین مسرت چون سال طبع جستم

	ہاتف بگفت آمد - دور زبان مضطر ۱۳۱۹ف	

جناب معلی القاب ابوالفیض فقیر احمد صاحب فقیر حیدرآبادی
تلمیذ حضرت ظہیر دہلوی

یہ مضطر نے دیوان لکھا ہے عجب
سراپا ہے گلزار عیش وطرب

زہے حمد حق اور نعت نبیؐ
فدا جس پہ ہے جان ہر ایک کی

کہین قصئے ہین عاشقانہ رقم
کہین اپنی حالت لکھی دمبدم

زبان مستند دہلی والون کی ہے
یہ گفتار نازک خیالون کی ہے

طبیعت عجب پائی ہے لاجواب
سپہر سخن کے ہین یہ آفتاب

کہین شام فرقت کا احوال ہے
کہین زندگی غم سے جنجال ہے

کہین پر کیا بادہ خوارونکا ذکر
کسی جا ہے پرہیزگارونکا ذکر

کلیسا سے مسجد مین جانا کبھی
او وہ بزم واعظ مین آنا کبھی

کہین خواب مین وصل کا ذکر ہے
کبھی کچھ کبھی کچھ نئی فکر ہے

کہین دلکی ہے بیقراری کا ذکر
کہین شب مین کچھ اشکباری کا ذکر

کہین آسمان کی شکایت لکھی
کہین اہل دنیا کی عادت لکھی

کہین واعظون کی مذمت لکھی
کہین میکشون کی فضیلت لکھی

طبیعت بہی اچھی لیاقت بہی خوب
سخن بہی ہے نایاب جودت بہی خوب

زبان میر کی درد کا رنگ ہے
کہین غالب و ذوق کا ڈہنگ ہے

نصیر اور سودا کی ہے بول چال
غزل مین دکہاتے ہین کیا کیا کمال

غرض انکے حصے مین ہے شاعری
یہ جو کچہ کہین ہے بجا وہ سہی

یہی خاص ہے دہلی والونکا رنگ
یہی تو ہے نازک خیالونکا رنگ

ہوے دہلی والونسے یہ فیضیاب
کلام انکا کیونکر نہ ہو لاجواب

ہوئی طبع دیوان کی جب اونکو فکر
کیا تب انہون نے یہ مجہسے بہی ذکر

یہی اونکا ارشاد تہا دمبدم
فقیر ایک تاریخ کر تو رقم

عنایت ہے انکی مرے حال پر
کرم کی یہ رکہتے ہین مجہپر نظر

نہایت ہی یہ آدمی ہین خلیق
کرم گستر و مہربان و شفیق

مجہے فکر تہی اسکے تاریخ کی
وہ پیش نظر ہے جو مینے لکہی

یکایک فلک سے یہ آئی ندا
زہے دفتر شاعری چہپ گیا

(ق) جناب مستطاب مولانا مولوی سید قادر حسین صاحب المتخلص قادر

حیدرآبادی تلمیذ حضرت داغ دہلوی مرحوم و مغفور و حضرت ظہیر مدظلہ تحویلدار فراشخانہ مبارک

طبع رنگین کلام مضطر شد		آں کہ دارد طبیعتے نادر	

سال تاریخ اختتام او
(سخنے خوب) زور رستم قادر
۱۳۲۸ھ

(۵) جناب مستطاب مولانا مولوی سیدی سندی محمد رضی الدین حسین صاحب المتخلص بہ کیفی رئیس محلہ مغل پورہ حیدرآباد دکن

میر مضطر یادگار میر درد دہلوی		آپکا دیوان کیا بیمثل ہے بے اشتباہ	

حضرت کیفی نے سیچے دل سے سالِ انطباع
لکھدیا۔ دیوان مضطر دیدکے قابل ہو واہ
۱۳۲۸ھ

(۶) جناب مستطاب مولانا مولوی سید قاسم علیصاحب المتخلص بہ کوثر مدرس مدرسہ اردو اسکول ساکن کاٹھیواڑ تلمیذ حضرت انور مدظلہ

اسے نہ ہے فکرِ حضرت مضطر	ایسے شعر و سخن کا کیا کہنا	
	کہدو بے روئے ابتدا کوثر ہے یہ دیوان بے نظیر لکھا ۱۳۲۸ھ	

(۵) جناب مستطاب مولانا مولوی سیدی سندی حسنی حسینی حکیم محمد مہدی صاحب کمال لکھنوی طبیب علی و مصاحب خاص بندگان حضور والی ریاست رامپور دام اقبالہم خلف الصدق و جانشین آمد سخنوران باکمال فخر شعرائے ماضی و حال جناب حکیم سید ضامن علی صاحب جلال لکھنوی

میر و درد دہلوی کے ہیں جو مضطر یادگار	اس سبب سے منتخب اشعار اس دیوان کے ہیں
گھٹ کے مٹتی ہے پریشانی تو بڑھتا ہے سرور	دل کی تسکین کا سبب اشعار اس دیوان کے ہیں
دردِ حسرت ۔ یاس ۔ شوخی ۔ دلفریبی ۔ دلکشی	کیوں نہ حیرت ہو عجب اشعار اس دیوان کے ہیں
پڑھنے والے سننے والے تھام لیتے ہیں جگر	کہئے یہ آفت غضب اشعار اس دیوان کے ہیں

طبع کا جب سال پوچھا یہ کہا دل نے کمال دلکش و دل سوز سب اشعار اس دیوان کے ہیں ۱۳۲۸ھ

ولہ

مصنف جو ہین مضطر خوش بیان
تو دیوان ہے سارا بہرا دُرر سے

غضب اسکے دامن سے لپٹا ہے دُر
نہین ہے سخن یہ جدا دُرر سے

یہ کہتے ہین دل تہام کر سامعین
کہ اشعار مین ہے مزا دُرر سے

بیان وہ زبان سے عیان ہی کمال
بہرا ہے ہر اک شعر کیا دُرر سے
۲۸ ۱۳۱۲ھ

(ل) جناب مستطاب مولانا مولوی حضرت محمد کرم علی خان صاحب عرب کرم اہلکار دفتر صدر محاسبی سرکار عالی تلمیذ حافظ مرزا نصیر الدین صاحب تیموری ضیا

مضطر شیرین بیان کی فکر سے
ہو گیا دیوان بحمد اللہ تمام

اسمین سب مضمون ہین جانفزا
سُننے والے لوٹ ہون جسپر مدام

رنگ ہے اسمین ضیا و داغ کا
ہے زبانِ دہلوی کا التزام

اسکی یون تاریخ کہدے اے کرم
ہے کمالِ مضطر اعجاز کلام
۲۰۸ ۱۳۱۲ھ

(م) جناب معلی القاب مولوی سید فضل الرحمن صاحب خلف

جناب مولوی سید عبدالحمید صاحب تحصیلدار لکھنوی

پھر ہو تازہ ہوا گلزارِ سخن	چھپا مضطر نامی کا کلام

کہی مجذوب نے اس کی تاریخ
برگزیدہ ہوا گلزارِ سخن
۱۳۲۸ھ

۵) جناب معلی القاب مولانا مولوی بادشاہ محی الدین حسین صاحب خلف حضرت معروف علیشاہ صاحب قبلہ المتخلص بہ مفتون

سیکھنا اب اس سے آنکھیں سیکھنا	درة التاج سخن کیا خوب ہے

از سرِ زیب اسکا مفتون سال ہی
دیکھنا مضطر کا دیوان دیکھنا
۱۳۲۸ھ

۶) جناب معلی القاب نواب محمد محمود علی صاحب المتخلص محمود خلف عالیجناب نواب احتشام الدولہ بہادر جنتی دربار رئیس ٹونک

دیر سے ہیں داد کش اہلِ فہم	ہو چکا ہے طبع مضطر کا کلام

کہد وائے محمود تم بھی اسکا سال

	لو چھپا دیوانِ مضطر اہل فہم ۱۳۲۸ھ	

(۵) جناب معلی القاب نواب بشیر الدین احمد خانصاحب بہادر المتخلص بہ معجز تلمیذ حضرت کیفی حیدرآبادی مدظلہ

درِ تاج سخن ہے سال ترتیب	مرتب ہے جو دیوانِ خوش اسلوب

	سر اعدا قلم کرکے ای معجز کہو تاریخ تم - دیوانِ مرغوب ۱۳۱۸ف	

(۶) جناب معلی القاب مولانا مولوی محمد علی صاحب ملک مدراسی ملازم علاقہ نواب ظفر جنگ بہادر مغفور ساکن جوہری گلی حیدرآباد دکن

دیوان طبع ہو گیا کیا خوب اور بہتر	دیوان تو نہیں ہے فصاحت کا ایک دفتر

	اب سال طبع اسکا یہ کہدے اے ملک تو مقبول عام ہو یہ کلامِ فصیح مضطر ۱۳۲۸ھ	

ولہ

صاحبِ دیوان مضطر ہو گئے	ہو گئی اب آنِ مضطر زیب علم

خوب ہے کہدو ملک اب سال طبع
چہپ گیا دیوانِ مضطر زیبِ علم
۱۳۰۲ھ

ن) جناب معلی القاب مولوی منشی سید محمد ناصر حمید صاحب برادر
حضرت مصنف تلمیذ حضرت فراق شہرۂ آفاق دہلوی

بہائی کا دیوان مرتب ہوا ۔
سُنکے خبر ہوگئے ہم باغ باغ
بہائی مرے مضطرِ دلا گہہ
نام ہے جسکا دُرِ تاجِ سُخن
دل کا گلستان ہوا رشکِ چمن
ہے یہ بیان زیبِ دہِ انجمن

سال یہ ترتیب کا ناصر لکہو
دولی ہوئی عزتِ بزمِ سُخن
۱۳۰۷ھ

ن) عالیجناب معلی القاب مولانا مولوی میر محمود علی صاحب حیدرآبادی
المتخلص بہ نامی شاگرد حضرت سخی صاحب مرحوم یادگار خاندان حضرت آتش

خوب مضطر نے لکہا دیوان واہ
ہر غزل اسکی چمن سے کم نہین
دیکہکر دلکو ہوئی میرے خوشی
راستی ہین سطر ہے سروِ سہی

نقطے غنچے ہین تو ہراک حرف گل
شعر ہراک اسکا پہولونکی چہڑی

واہ کیا اچہا ہے یہ باغ سخن
قلب کو ہوتی ہے جس سے تازگی

طبع کی تاریخ کا آیا جو دہیان
غیب سے آئی ندا مجہکو یہی

معجزہ مین لکہدو ناؔمی سال طبع
اب پہلا پہولا یہ باغِ شاعری
۱۳۲۸ھ

ولہ

خوب مضطر نے لکہا ہے یہ دُرِ تاج سخن
کرتی ہے دلمین ہراک کے راہ نظمِ دلفریب

یون تو دیوان سینکڑون نظرون سے گذرے ہین مگر
ایسی دیکہی ہی نہین واللہ نظمِ دلفریب

سالِ طبع کو جو پوچہا آئی ہاتف سے ندا
کہدو اے ناؔمی یہی تم۔ واہ نظمِ دلفریب
۱۳۲۸ھ

ولہ

مضطر نے نہین لکہا ہے دیوان
پہولا ہے یہ باغ پر فضا آج

پائی ہے عجیب طبع رنگین
رنگینی جسپہ ہے فدا آج

مضمون ہین نئے نرالی بندش
پہر کیون نہ ہو شہرہ جابجا آج

تاریخِ طبع کی جو فکر
ہاتف نے یہ دی مجہے ندا آج

سال اس کا ہے مجمہ میں ناظمی
یہ گلشن نظم چھپ گیا آج
۱۳۲۸ ہ

ن جناب مستطاب معلی القاب نواب میر محمد علیخان صاحب بہادر المتخلص بہ ناظم
شاگرد رشید جناب فصیح الملک نواب میرزا خانصاحب داغ دہلوی مرحوم

ہے حساب ابجد کا ازبر دیکھیے — دیکھیے اے بندہ پرور دیکھیے
طبع کی تاریخ جب مطلوب ہے — آپ ناظم اس کو لکھکر دیکھیے
کی ہے کیا تائید حضرت درد نے — یہ کرامت ہے مقرر دیکھیے

ہو اگر دیوانِ مضطر میں کمی
۱۱۲۰ ہ
دردکے اعداد لے کر دیکھیے
۲۰۸

ن) جناب معلی القاب منشی محمد عبدالرحیم خانصاحب نادر دہلوی ملازم
صرفخاص شاگرد جناب نواب فصیح الملک داغ دہلوی مرحوم

خوشبو سے معطر ہو نہ کیوں اسکے زمانہ — اشعار جو ہیں مشک تو مضطر ختن نظم

یہ باغ ہے سرسبز کہ دیوان چھپا ہے

تاریخ بھی نادر کہو - مہر چمن نظم
۱۲۸۳ھ

(۹) جناب معلی القاب منشی میر عبدالواحد صاحب المتخلص بہ واحد مصاحب ولی عہد بہادر ریاست ٹونک برادر حضرت مصنف تلمیذ حضرت مصنف

حسن ہر شے مین مزا دیتا ہے
یہی دیوان گواہ ہے میرا۔
اسمین ہے حسن زبان دہلی
جتنی تعریف کرو تھوڑی ہے

اس سے بنتی ہے غزل مہ پیکر
دیکھلے اس کو جو چاہے پڑھکر
اس کا ہر شعر نہایت بہتر
فائدہ کیا ہے زیادہ لکھکر

طبع کا سال یہی لکھو واحد
حسن یوسف ہے کلام مضطر
۱۲۸۳ھ

یہ قطعہ تاریخ حضرت مصنف صاحب کی خاص ایک بزرگوار عالیخاندان کا فرمائی ہی اون صاحب نے باعث انکساری یا اور کسی مصلحت سے اپنے نام کو مخفی رکھا ہے

ہوا طبع مضطر کا دیوانِ اول
سنا ہے کہ دیوان عدیم المثل ہے

بہت جسمین غزلین قصیدے ہین داخل
مصنف ہین جسطرح یکتا و فاضل

مری طبع نادیدہ مشتاق اوسکی
کسی علم کا جیسے شایق ہو جاہل

نہ فرصت مجھے۔ اور نہ مین اہل اسکا
حقیقت مین ہے فنِ تاریخ مشکل

مگر میرے مشفق جناب مصنف
مُصر ہین کہ ہو تیری تاریخ شامل

ہوئی اس لیے فکرِ تاریخ مجھکو
نہ نکلا کوئی مادّہ اوسکے قابل

کیا (النقد جان) نذر (دیوان مضطر)
تو آخر ہوئی اوسکی تاریخ حاصل

قطعہ تاریخ طبع دیوان از مصنف ہیچمدان

اوستاد کی عنایت اوستاد کا کرم تہا
اُردو زبان مین میرا دیوان ہوا جتیا

احباب نے کیا جب مجبور مجھکو از حد۔
تاریخ اسکی لکھدی۔ دیوان مضطر زار

خاتمہ

الحمد للہ والمنہ کہ چمن این دیوان فیض بیان منشی میر محمد علی صاحب متخلص
بہ مضطر دہلوی کہ [illegible] چمن [illegible] شگفتہ [illegible]
آبروی محبوبان [illegible] شد [illegible]

اعلان

جمیع صاحبان مطابع نزدیک و دور و تاجر کتب سے التماس ہے کہ یہہ
دیوان فصاحت عنوان جسکا سال ترتیب اور نام تاریخی ذریت تاج سخن نتیجہ
طبع وقاد کامل الفن بزم سخن شاعر بے نظیر جناب سید محمد علی مضطر دہلوی
یادگار خاندان حضرت خواجہ میر درد رحمۃ اللہ علیہ ہمارے مشہور مطبع شمسی
حیدرآباد دکن مین نہایت آب وتاب کے ساتھ آراستہ و پیراستہ ہوا ہے
حجم ۱۳ جز تقطیع ۲۰×۲۶ کاغذ چکنا ولایتی قیمت باینہمہ بغرض رفاہ عام
عہ علاوہ محصول مقرر ہے درخواستین بنام جناب حکیم مشتاق احمد صاحب مجبوب [illegible]
کے پہونچنے پر روانہ ہوگا اور جمیع حقوق تصنیف بذریعہ رجسٹری محفوظ ہین لہذا کوئی
صاحب بلا اجازت قصد طبع نفرماین حق تلفی سے باز رہین ورنہ بعوض نفع قلیل نقصان کثیر

المعلن

محمد ابراہیم خان مہتمم دیوان ہذا